

پیار کی غنی دستک دل پر پھر سنائی دی  
چاندنی کوئی صورت خواب میں دکھائی دی  
کس نے میری پکوں پر تلیوں کے ہندو کھے  
آج اپنی آہٹ بھی دیر تک سنائی دی

”اہں جیسے اس کے کمانے ہوئے شیروں سے توکل  
دی کھڑا ہو جائے گا۔“ اخبار پڑھتے ہوئے صید نے سر  
جھٹک کر لکھنے کے اندر کس کر دل میں سوچا ابھی وہ ماسوش  
سامع کا کردار ادا کر رہا تھا۔  
عرشے پر چڑھاؤ اس پر لڑائی اور پھر سے دادی اماں  
کا گھٹنا پکڑ لیا جو غامضی دور سے اور بڑی برداشت کے  
ساتھ عرشہ کی مسئول گوئی سن رہی تھیں۔  
اب آکا کتب آقا۔ فطری مسرت کے احساس  
سے لبریز صید اس پتھر کا پتھر تھا جو دادی کی جانب سے  
اس کو پڑنے والا تھا اور اس ہفتہ دادی کا گل بھی قافل  
حیرت تھا۔  
”کئی دادی جان یہ میرا دھو ہے۔ حسام بھائی دھار  
بھائی اور اتھام بھائی کے علاوہ سارے گھر میں  
کسی کو بھی جانب ملی تو میں یہ نوکری چھوڑ دوں گی۔“







کام کی نوعیت اسے سمجھ میں آ رہی تھی۔ ایک غیر معمولی احساس اس کے دل و دماغ میں سرایت کر رہا تھا۔  
 "آپ اپنی بڑی ہوئی شاہنشاہ کی رہائی پر ہیں؟"  
 "تھکا تھکا سراسر دلچسپ سے لگاؤ۔" "ہاں۔ سارا دن میں اور دن ہیں۔" "ہاں یا یہ ملازم جو حواں کو کام کرنے کے بعد صرف کارڈر میں چلے جاتے ہیں۔" "خافیاں قائم سے آتے ہیں، یہ کارڈر بہت موجود رہتا ہے۔" "شام کا وقت آ جاتا ہے، اشتیاق میرا دماغ ہے بڑا کام بہت دیر سے آتے ہیں میرا لکھنا ہے، لیکن اسی کا پتہ ہے۔ میری دکان، ڈاکٹر سے ملو، خود اس کے پاس بہن کی سہمی ایک، بچہ ہے، لیکن ان کی آواز دہمی ہو گئی۔" "درنہیب بے ملنی کا فکڑ۔"  
 "عریشہ ملو، وہیں میں رہی تھی۔"  
 "میرے چھوٹے بیٹے جی، لیکن آج وہ ہو چکی ہے اس کی دھوپ آج اس کی پونگ فعلی ہاں ہے۔"  
 "ہاں نے ان کی لپا کے اسے کہا ہے اور آج کل وہ ایک ملنی کی طرح میں جاب کر رہی ہے۔"  
 "پھر جی، عورت تہا ہے۔ عریشہ نے گاں سینئر جیل پر رکھا۔"  
 "میں انا نہیں ہوتی۔" "سکر کر اسے دیکھا۔" "جب کوئی ناپائیت سے سننے والا ہل جائے تو بہت بولنے کو ہل جاتا ہے۔"  
 "عریشہ سکرادی۔ اور اس طرح سکرادی ہوئے اس کے دل میں چند ستر کم اور اس وقت کے سامنے صرف کاندہ کے جتنی ٹھوس کے حصول کے لیے نہیں سکرانے کی اس سکرانہ میں وہ ملنی تعلق ہوا جس طرح ملنی کی ان قانون کو ضرورت ہے۔"  
 "میری ڈاکٹر کی ہو گئی؟"  
 "سبز نوکی اسے دیکھتے تھیں۔"  
 "یہ جہاں سکرانہ پر چھوڑے تمہاری سہولت۔"  
 "جی۔" "اس نے سکرانہ کیا۔"  
 "کل ناشتہ میرے ساتھ کروا کر آنا۔" "ہو چکے۔"

ی ترہیں ہوتی ہیں۔ جب آپس کی تو آپ کو خود ہی اندازہ ہو جائے گا۔“ وہ اس کو بھی تھکر کرنے کا شروع تھا۔

شام۔

عرشہ نے چار جانب نگاہ کی ویاہی بیہوش سما  
وہا جیسا کسی بچے کا سما ہوتا جائے۔ کارڈوں بھانوں  
انجی سافرا آئیں گے ہائی گئی گویا  
”زین کب تک آ جائے؟“

”وہ بیٹے تک۔“ وہاں نے اسی طرح سے جواب  
دیا جس طرح سے وہ ملازمین سے ہے تو کھراؤوں کی  
نہ چوکی ہو عرشہ نے کمرے سے پرہیز کی۔

”تم یہاں کیا کر رہی ہو؟“

”میں اس سے فخر سے اپنی جانب اشارہ کیا۔  
”میں یہاں بھانوں کی سیار کرتی ہوں تمام ملازمین کی  
نگہانی کرتی ہوں اور جیسے ان میں ہوں تو یکم صلیبی  
خبردار کرتی ہوں۔“ نہ پر ہاتھ رکھ کر کسی عرشہ وہی  
سے بیکردی گئی۔

”سارے ملازم مجھ سے ڈرتے ہیں۔“

”اور تم کس سے ڈرتی ہو؟“

”میں..... مجھے بھلا کس سے ڈنا ہے۔“ وہ اس  
پہچان۔

”کب تم نے شرع کر دیا کیوں کہ تم پر بھروسہ  
مقرر ہوئی ہیں۔“

”جی..... اس کی ہنسی کو بریک لگ گیا۔ ”وچھا“  
اس کی آنکھوں میں حیرانی ست آئی۔ ”میں تو بھروسہ  
کمی آپ نے زین کی سن کر مائی ہیں۔“

”نہیں..... تم لوگ بیٹے کیسے سمجھتے ہو۔“

وہاں خوف زدہ کی ہو کر اسے دیکھنے لگی وہاں کی  
مشکل دیکھ کر وہ دل میں ہنس دی۔ اب آپ اپنا پتہ  
کے پہنچے۔

”میں جگن میں چلوں گی۔ زین کا کھانا دیکھتا ہے۔  
یکم صلیبی کھانا دیتا ہے۔“ وہ اس ہانڈی باہر بھاگ



بولے والا تھا۔

”نہیں بھئی زین آج میرے ساتھ کھانا کھائے گا۔  
کیوں زین؟“ مسکرا کر اس کے بالوں میں ہاتھ بھیرا۔  
”آئی نئی“

”وہ ملا سیمون۔“ حوراس دل ہی دل میں کہہ گئی۔

”اور دودھ تو رات کو پیتے ہیں یا صبح کو دوپہر کو تو  
صرف کھانا کھایا جاتا ہے۔ روٹی سائیں چاول یا جو آپ کا  
دل چاہے۔“

”نیکم صاحب نے کہلویا ہے آج پہلا دن ہے کھانا  
ان کے ساتھ کھائیں تین بجے۔“ حوراس نے کہا۔  
”تین تو بجنے والے ہیں ہم سب ساتھ کھانا کھاتے  
ہیں۔“

”نیکم صاحب کے ساتھ اور زین؟“ حوراس حیران  
ہوئی۔

”کیوں کیا یہ نہیں کھا سکتا؟“

”اتنا بد فیئر ہے یہ کہ۔۔۔۔۔“

”حوراس! عرشہ کو ایک دم سے قصفا مٹا۔

”تم جاؤ ہم آ رہے ہیں۔“

”تساج کی دلدار آپ ہوں گی۔“ بڑبڑا کر باہر نکل  
گئی۔

”جاؤ زین کپڑے پہنچ کر دھوہم کھانا ڈالینگ ہال  
میں کھائیں گے۔“

”مگر رادی جان مجھے ڈانٹتی ہیں۔“

”بیٹا بڑے جب پیار کرتے ہیں بہت دیتے ہیں تو  
انہیں ڈانٹنے کا بھی حق ہوتا ہے۔ وہ ہمیں غلط باتوں پر  
ڈانٹتے ہیں۔“

”مگر میں تو ہر وقت ہی غلط کرتا رہتا ہوں۔“ اس نے  
مت بسورا۔

”چلو تم جاؤ اب کچھ غلط نہیں ہوگا۔“ اس کے بے  
چین دل پر فحش کا پہلا کھانا۔

”یہ یہاں؟“ نیکم لودھی نے اسے حیرانی سے  
دیکھا۔

”بھئی آج زین صاحب ہمارے ساتھ کھانا کھائیں  
گے۔“ عرشہ نے اپنا ہیبت اور محبت سے جھنڈ چھپ کر کے  
اسے نبھایا۔ زین سیدھا ہو کر بیٹھا اور ہاتھ لگنے سے پانی  
کا گلاس گر گیا۔

”اوه۔۔۔۔۔ سوہی۔۔۔۔۔!“

”بد فیئر نا کوئی گدھا۔۔۔۔۔ فیئر نہیں ہے۔۔۔۔۔“  
حوراس کپڑا لاکر صاف کرنے لگی۔

عرشہ چپ سی ہو گئی نیکم لودھی کا یہ اعزاز اسے اچھا  
نہیں لگا۔

آج اس کا پہلا دن تھا اس لیے کچھ کہ نہیں سکتی تھی۔  
”جاؤ اپنے کمرے میں۔“ درشت انداز میں سر جھٹکا۔

حوراس اس کا ہاتھ تمام کرنے لگی۔  
”بہت بد فیئر ہے یہ اس کے باپ کے لاڈلے است

ہو گا زین ہے۔ اسکول والے جانے کیا پڑھاتے ہیں بد فیئر  
کو چلو تم کھانا شروع کرو۔“

”کوئی غلطی نہیں تھی پانی پیو اس سے بھی گر سکتا ہے۔“  
اس کے حلق سے نوالہ نہیں اترتا۔ معصوم بچہ سے تربیت کی

سخت ضرورت تھی۔ یہ اس کی زندگی کی جہاں کا سوال تھا۔  
اس کے حلق میں نوالہ چھپنے لگا۔ پانی کا گلاس ہوٹوں

سے لگا لیا۔ آج کی تربیت آج کی محبت اس کی باقی  
زندگی کے لیے ڈال رہا ہوئی۔

زین اسے اپنی طرح کا معصوم تھا بچہ لگا۔ اسی ابوی  
ذہجہ کے بعد وہ سچی تھا ہو گئی تھی۔ اس کے دھیال میں

سب اپنے حال میں مست وقت پر دوئی دے دی وقت  
پر کپڑے دے دیے کہ جا کر بدل لو۔ کوئی حدت نہیں

کوئی محبت بھرا اس نہیں۔ مگر۔۔۔۔۔ اگر تانی اماں اسے لے  
کر آتے تھے تو۔۔۔۔۔ تو اس کی زندگی کہاں ہوئی۔ اسے

جبر جبری آ گئی۔

اس نے گلاس دیکھ دیا۔ ایک دو چھپ چا دل کھائے اس  
کی ہموک اٹھ چکی تھی۔ بار بار معصوم بچے کا احساس ہورہا

تھا۔  
”اب میں چلوں گی نیکم صاحب۔ آج میرا پہلا دن

تھاکل سے سنا کر مڑے ہوئے آؤں گی۔ شام پانچ بجے  
 بچے تک رہوں گی! وہاں کا ٹانگہ میں زمین سے مل کر  
 ملے کروں گی۔  
 "لو کہ اپنے کچا بہت کم کھایا ہے۔"  
 "نہیں بلکہ کچا کچا کھیں گی۔" وہ ٹھٹھکی ہوئی۔ "میرا بیک  
 زمین سے کرے سہا ہے۔"  
 "جالا احوال!"  
 "میں سہائی ہوں۔" عورتوں کے پیچھے باہر نکلے۔  
 زمین سے کرے سہا میں نامہ میرا تھا۔ وہ جگہ کا خالی گلاس  
 سائیکل پر رکھا تھا اس نے بڑھ کر کے کھانا کھا لیا۔  
 وہ ہم ٹھٹھکی میں تھا۔ دوسرے سے پلٹ آئی۔  
 "آپ کو آہستہ آہستہ پتہ چل جائے گا زمین کتنا  
 گستاخ اور بدترین ہے۔ چل اور کارہ۔" عورتوں اس  
 کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے گورہ افلاکی کر رہی تھی۔ سرخ  
 دھڑلے سے چلتی تھی۔ وہاں سے لڑکے سے لے کر اطفال  
 گیت سے باہر نکل کر درخت لیا اور بیٹھ گئی۔ بے نامی  
 خاموشی اس کے وجود میں سرایت کر گئی۔ اپنے گھر کے  
 آگے درخت اور کارہ لے گیا اور گیت کھول کر افسانہ داخل  
 ہو گئی۔ سہ پہر کا وقت قہر سب کے زام کا تھا۔  
 دوسرے سے راہی کے کرے میں داخل ہوئی۔ بیک  
 سائیز پر رکھا اور بیٹا تاجر کرے ہائے رکھا اور راہی کے پیچھے  
 جا کر ان کے پیلوں میں لپٹ کر آئیں۔ بندیں بند ہوا چھ  
 ان کی کمر میں خالی کر دیا۔ گہری چپ اس کے اندر دم  
 توڑنے لگی۔ ایک سکون اس کے وجود میں پھیل گیا اور  
 پانی کا گلاس لے کر آتا عید چک گیا۔ ایک لمحہ پہلے تو وہ  
 اس کرے سے گیا تھا راہی کی آئینہ دیکر اور سب  
 چلا وہ کہاں سے آ گیا۔ آگئیں جھپک جھپک کرے سے  
 دیکھا وہاں لپٹ گیا۔



"کیا رات آج کا انٹرویو؟" راہی پر چوری چھٹی۔  
 "انٹرویو آج تو میرا پہلا دن تھا۔"  
 "پہلا دن۔" سب تیرا نہ ہوئے۔

"انٹرویو تو میں پہلے دن ہی دے آئی تھی۔" چائے  
 پیتے ہوئے سکون سے کہا۔ "رات کے ساتھ جا کر۔"  
 عید سے کچھ کر رہ گیا۔  
 "کیا رات آج کا دن؟" نام شوق سے پر چوری  
 تھی۔  
 "نہیں ٹھیک ہی تھا کام کرنا تھا انوکھا سے ملنا تھا۔"  
 وہ عید کے سامنے گئی بات کرتی تھیں جانتی تھی۔ لکھ رہ  
 دیا گھر میں کسی کی ملازمت!  
 "لوگ کیسے ہیں؟"  
 "اچھے ہیں۔ کچھ بدل چکا۔ اور کارہ کرنے کو۔"  
 عید عید کی ہے۔ لیکن زمین کی جانب متوجہ تھا۔  
 "زیادہ افسوس ہیں؟" راہی پر چوری تھی۔  
 "چل رہی ہیں تو زیادہ مگر مجھے صرف وہ افراد اور چار  
 ملازمین کے ساتھ نوے پانچ کا وقت گزارنا ہوا۔ ایک  
 راہی ایکس کا پلاٹا۔"  
 "تم ان کے ساتھ کیا کر رہی؟" ساک نے تھوڑے سہر  
 انداز میں پوچھا۔  
 "نہیں انہوں نے مجھے اپنی تہائی دور کرنے کے لیے  
 رکھا ہے۔ اپنے کی ماں میں سے باپ اپنے بڑے بڑس میں  
 مصروف۔ بتا رہے ہیں انکی بہنیں ہائے سب سے شایہ نیاز  
 ہیں۔" اب کے عیش نے خاموشی سے جواب دیا  
 تاکہ وہ بھی سن لے جبکہ وہ افسوس سے باہر نکل گیا۔ وہاں  
 سوس کر رہی۔ یہ اس کی اس گھر کی مجبور یوں کو کیوں  
 نہیں سمجھتا۔  
 "میں ختم سے ناراض ہے۔" رات کو اس کے ساتھ  
 لان میں جا کر کرتے ہوئے یاتین لے آیا۔  
 "جانتی ہوں۔"  
 "سناؤ کی نہیں؟"  
 "کیا سناؤ کیا رہا میں اس کے سامنے تو یہ اس گھر  
 کی ضرورتیں۔ مجبور یوں موبائی اگر میں ان سب کے  
 ساتھ معاشی طور پر عید سے ہوا جانتی ہوں تو کیا مٹا سکتا  
 ہے۔ وہ کیوں نہیں اس بات کو سمجھتا۔"

"سناؤ سمجھاؤ ہو سکتا ہے محبت کی زبان اس کی کچھ  
 سمجھ جائے۔"  
 "محبت کی زبان؟" میرا خیال یہاں سے مجھے سے محبت  
 ہوئی تو خود بخود میری ہنسی بھٹکا جاتی۔  
 "تم سب تک یہ باز مت کرو گی؟"  
 "جب تک جاب کرنے والوں کو بھڑکلا رہیں نہیں  
 مل جائیگا۔"  
 "ہوں۔" وہ مفری دیا رے پاس بچے کرک گئی  
 اور پھر سے بڑے مفری میں بیٹھ گیا۔  
 "بچہ آدمی کسی میں حوا کی؟"  
 "بچی نرم کسی کریم متعل مزاج ہے ان کا اپنی  
 منوانے والا۔"  
 "اور زمین؟"  
 "زمین ایک معصوم بچہ ہے۔ نوکین محبت سے عزم  
 جاتے اس کا افسانہ کیا ہوگا۔"  
 "اس کی ماں نہیں ہے؟"  
 "نیکم کوئی نہ بتاؤ نہیں اس بارے میں بہت  
 کیوٹ ہے۔ وہیں سے کرے اس کی دلہن۔"  
 عید کی گیت کھلا اور عید اور رفتار اندر آئے۔ عید  
 نرے سے انداز میں اس کے قریب سے گزر گیا جب  
 کہ وہاں کے قریب دیک کر بائیں کرنے لگا۔  
 یہ شخص صرف بڑوں کے لیے لکھا ہوا تھا۔ گاؤں  
 اسے مجھ سے کوئی آفس کوئی محبت کوئی شخص نہیں اس کا  
 دل بھرا آئے۔ آفس فوکرہ فوکرہ اس کے اندر کرے تھے  
 نظارہ وہاں آؤں اور قہر کے ساتھ باتوں میں شریک تھی۔  
 "اسے تھیں کی ضرورت ہے نہ دولت کی یا وہ نہ وہ  
 ہم عیدوں کے ساتھ کہاں گزارا کر سکتی ہے۔" اپنے  
 کرے میں جا کر عید سبز پر کر گیا۔ ایک ایسی کی  
 سوچوں میں جا۔  
 "جلدی وہاں نام نہاد مفری کو بھی توڑا لے گی۔"  
 آئی یہ خود سرور باقی ہے۔ راہی نے لورا سے ہر چہ  
 دکھا ہے۔ خود یہ نقصان اٹھا نہیں کی۔ میں کی دانتیں



کر دیا کا جب اسے پڑا نہیں ہے تو۔ اس کے کروت  
 بدل لے۔ وہ دوسرے سے چٹیاں سرایت کر گئیں۔ دل کا  
 ایک گوشہ کے نام سے ہلکا بھی تو تھا۔ دوسرے سے  
 دل کو سلا۔ یہ فیصلہ شکل ضرور ہوگا مگر بائیں نہیں۔  
 دوسرے سے آئیں بند کر لیں۔ بائیں کم رنگ کا احساس  
 شدت سے ہونے لگا۔ اس کے کتابے میں اس کی  
 جاب معمولی سی تھی۔  
 "نوی بات زمین..... یا پتے کیا کیا؟" نامہ  
 سے نہ بھلائے زمین کو دیکھا۔ "جان بوجھ کر گلاس توڑ  
 دیا۔"  
 "گریڈ ہوا کتنی میں مجھے تیر نہیں۔"  
 "کسی کے بدترین گھنے سے بدترین ٹھوڑی بن جاتے  
 ہیں۔" دوسرے سے اس کا ہاتھ قلم لیا۔ "آپ کو کچھ  
 شکایت کی تو مجھ سے کہتے۔"  
 "مجھے کسی سے کچھ نہیں کہتا۔ آپ بھی جانتے دوسر  
 سے۔" اس کا لہجہ گستاخ ہو گیا ہاتھ کھٹکا لیا۔  
 "نہیں تو آپ کی دوست ہوں۔"  
 "نہیں میرے دو دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ اگر یہاں ہوتا  
 میرے پاس میری ماں کو کھانا کھاتے دیتے۔"  
 وہ دن کی ہوئی۔  
 "میرے چاہو مجھے پڑ کر تے۔ راہی مجھے دوست  
 سمجھی کر رہ۔" اس نے جھگڑے سے لڑی ہوئی کھولا۔ آئی اس  
 عیش لکے میں آئی پناہ تھی اس کی سرگرمی کا کر عیش سے  
 ایک سنگ دیکھے جلدی میں اس کا روتہ۔ ہر انداز اب وہ  
 اپنے بڑے بڑے حوا کی کر لئی دیکھ رہا تھا۔  
 عیش کو بھر گوسٹ پڑا گئی۔ اس نے کیسے ڈلی  
 کرے سے محبت اور توجہ کا راز دکھانا چاہتے تھا۔ یا ایک  
 عزم تھا نہ تھا۔  
 "زمین؟" اس نے دوسرے سے بڑھ کر لکھی۔ زمین  
 آف کر دیا۔ "آپ ایک فنڈل کے گاؤں کے لیے اپنی  
 دوست کو جڑا کر رہ گئے۔"



"میرا کوئی دوست نہیں۔" گانے پڑھ دیتے کر ان پر  
 اپنا سر رکھ لیا۔  
 "میں اہل نا۔۔۔ اگر تم مجھ کو۔۔۔"  
 "مجھے ٹینڈا دہی ہے۔ میں سوچا تھا کہ میں۔۔۔ اس  
 نے زرا غصہ کیا۔  
 "کیا ہے۔۔۔ وہ اس کے سر پر لے بیٹھی۔ تم  
 سوچا کہ میں ادھر بیٹھی ہوں۔" اس کے ہاتھ پر ہاتھ  
 رکھا۔ اس نے بے ڈارمی سے ہاتھ مٹھکا چاہا۔ عریض نے  
 ایک ہاتھ میں اس کا ہاتھ تھام لیا۔ دوسرا ہاتھ اس کے سر پر  
 دھیر سے دھیر سے بچھڑنے لگا۔  
 اسکل سے نکلا ہوا آقا تھا۔ گھر آ کر فطرس تھا۔  
 اس کے صاحب نے آتا ہی دیکھے ہوئے تھے چند لوگوں میں  
 گہری نیند اور آقا تھا۔ اس کے دل میں ہلکی سی ہنسی آتا  
 چلا آتا۔ مصمم خوش فہم تھی کسی کو اس پر زور نہیں آتا۔  
 کسی کو اس پر زیادہ نہیں آتا۔ کسی کو اس سے محبت نہیں  
 کیا؟  
 اپنے قہر پتے ہوتے ہیں۔ مصمم بے گناہ پاکیزہ  
 روئیں۔ اس گھر کے کچن اسے سنگدل اور بدتمیز ہیں کہ  
 اپنے کو اس کے بچپن سے بچھلنے کی عادت تھیں۔  
 وہ دھیر سے سے اٹھ کر باہر آئی۔  
 اب اسے دیکھ لو گی کو کچھ آدھ زنگین چڑھ کر سنانے  
 تھے۔ بھران پر بحث کر لی تھی۔ اس کے بعد وہ ای میل  
 بھیجتے تھے۔ اس کا دل زین کی وجہ سے اس تھا۔ کچھ اور  
 کرنے کے سوا میں نہیں کی مگر چاہی دل کی اداسی نہیں  
 دیکھی۔  
 دھیر سے دھیر سے وہ دیکھ لو گی کے بیٹروم کی جانب  
 بڑھنے لگی۔ اتنے میرے میں اسے یہاں کے تمام  
 راستوں سے آگئی ہو گی۔  
 "تھپا لہو بہت شائستہ اور صاف ہے تم خبریں  
 پڑھ سکتی ہو۔" عریض نے مسکرا کر دیکھا اور سلسلہ چاری  
 رکھا۔  
 "تھپا لہو آواز میں ایک غلوں پر ایک محبت کا احساس  
 "وہ لڑکی ہے منہ سے نہیں بولے گی اور مجھے یقین

ہے وہ اس رشتہ کے بھی خلاف ہو گی اور اب تو پسے کی ہوا  
 گھ گھنی ہے تو ہر چیز کی بدل جائے گی۔" عریض نے گھاس  
 توڑے ہوئے کہا۔  
 "میں ٹوٹے اس سے ہی چھا اس کے دل میں  
 جھانکنے کی ضرورت نہیں تھی۔  
 "انسان کا دل بھی بہت بچہ بھرتا ہے۔ اس کا ہر  
 کام میری مخالفت میں ہوتا ہے کوئی کام وہ ایسا نہیں  
 کرتی جو مجھے پسند ہو بلکہ کوشش کرتی ہے کہ ہر وہ کام  
 کرے جو مجھے نا پسند ہو۔" عریض کا لہو بہت سرور تھا۔  
 وہ دھار نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "جدا جاتی  
 مت اونچے نہیں غلطی بھی ہو سکتی ہے۔"  
 "اسے میرے بارے میں بھی سوچنا چاہئے تھا وہ دھار  
 کہ میں اس بچہ کو پسند نہیں کر دوں گا۔"  
 "اس نے کہا تو ہے کہ مجھے میرے بعد۔"  
 "اس صبح میں بہت جلد جا رہا ہے وہ دھار ہوسکتا  
 ہے میں اس میں نہ رہوں۔" وہ نہ نہ رہے۔ حالات  
 وہاں تک نہیں نہ رہیں۔  
 "ابھی سوچ کر اپنا دل بچپن کے مضبوط فیصلے دلوں  
 میں سرگرداں ہیں انہیں کوئی نہیں بھلا سکتا۔"  
 "جب دلوں میں فریخی نہ ہو تو مجھے زبردستی کا کوئی  
 فیصلہ منھو نہیں۔ میں اس خود انکار کر دوں گا۔ اس کا  
 اعزاز سزاوارتہ تھا۔ وہ دھار اس کی شکل دیکھنے لگا۔  
 "اے میری جی جی ہے ہر شخص کا اپنی مرضی سے جینے کا  
 اس ماحول میں ان حالات میں وہ کب تک نہ ہو سکتی ہے۔  
 "کھلی جھانک رہا میں اپنے کا حق اسے کی ہے۔"  
 "عریض" وہ دھار نے مشکوک سے اعزاز میں اسے  
 دیکھا۔  
 "ہوں" کہہ کر سر جھکا کر گھاس اڑھا کر۔  
 "تھپا لہو اس کے شانے پر پڑے دیکھ کر گھبرا کر نہ بیٹھیں  
 لے لے لے۔"  
 "میں مطلب؟" رخ موڑ کر اسے دیکھا۔  
 "میں مطلب یہ کہ۔۔۔" کہہ کر سر جھکا کر سر اڑا کر۔ "ہر شخص

کا اپنی مرضی جیسے کا حق ہے۔۔۔" اس کی بات دہرائی۔  
 "مگر میری مرضی نہیں تھیں۔ میرے سامنے  
 لہو ہے۔ میرا۔۔۔ میرے حالات ہیں میں کوئی رو دھاس  
 اور دھاس نہیں کر سکتا۔"  
 "تو میں ہر میرا ہر شکر کر دے اندھے اور دھاس کو دل  
 میں جگہ دے دو۔ یہاں تک کہ۔۔۔"  
 "میری کھینچاؤ میں کھینچاؤ ہو گی اور دھار جانا  
 تھا۔ میں نہیں چاہتی تھیں۔ عریض ہل کر کھڑا ہو گیا۔  
 "کھلی میرا انتظار ہے۔ یہ ایک جگہ پڑ دھار میں  
 کا سبب ہو گا۔"  
 "مگر۔۔۔ انتظار۔۔۔ وہ دھار بھی کھڑا ہوا۔  
 "ہاں! ابھی چاہ کے لیے مجھے۔" اس نے قدم  
 آگے بڑھا دیے۔ وہ دھار اس کا ساتھ دینے لگا۔  
 \*\*\*  
 "زین تمہارے پاس کہا توں آتا ہے۔" عریض  
 لوہی کے لیے دھار پر اس نے آج زین کو روکنے کا  
 فیصلہ کر لیا۔ حالانکہ اسے یقین تھا کہ ایسا نہیں ہو سکتا  
 کیوں کہ اس سے ہاتھوں کے دوران زین اس بات کا  
 تہ کر رہا تھا۔  
 زین چونکہ کراس کی شکل دیکھنے لگا۔ آٹھوں میں  
 موٹائی سے تھا۔  
 "میرا مطلب یہ کہ تم کہتے ہو" وہ جڑ ہو گئی۔  
 "آئی" "کیا کہتے ہو میرا ہر کچھ کی یاد۔ اب ہوگا  
 کوئی دن سوال۔" عریض نے کہہ کر کراس پہننے لگا۔  
 "ہوں" "میرا صرف سارا اعلیٰ حیات اس پر مرکوز  
 تھا۔"  
 "خیر گھر جاتے ہیں ان کے کون آنے کیسے یا مگر  
 انہیں کسی شہر پر کب کیا سکتا ہے۔"  
 "فائل وہ دھار۔"  
 اس سوال پر صاف ظاہر تھا اس کا اس کی بات سے کوئی  
 رابطہ نہیں۔  
 "میری نماز نہ دھو جس کو کتنا اچھا ہوگا۔ مجھے کہنا یاں

ساتھ ہی ہوئی دے کر ساتھیوں کے ساتھ سکول لینے آئے۔  
 مجھے کپڑے پہنا تھے۔  
 "دینا ہے اب کام تو آپ خود کر لیتے ہو۔"  
 "پہن آگئی ہو میں تو۔" بات کرتے کرتے اس  
 کی نگاہ ورنہ اس کی جانب آئی تو زبان رک گئی۔ سرخ  
 موڑے بھی مڑنے لگے دین کی تھلی میں مڑ کر دیکھا اور  
 دوسرے سے گھبرا کر کھڑی ہوئی۔ "دانت کتنا دانتیں  
 وہ دھس دانتہ دیکھ رہا تھا۔ آج کبھی باس گھر میں کسی مرد  
 کو دیکھ رہی تھی جو یہی آٹھیں کھولے اس کی جانب  
 حجب قاعدہ مڑنے سے گھبرا کر دھڑک رہی تھی۔  
 "جیسا ہے کیسی آئی؟"  
 "اسلام میٹم۔" آج بھی کی وجہ سے نرین کے چپا  
 مگر رہے۔  
 "میں نے سوچا آج نرین کی آئی کسی سے مل لینا  
 چاہتے۔" چہرے کے جذبات بدل گئے تھے۔ اب وہ  
 نرین کے ستر پر بندھے تھے۔  
 "کیوں ماسٹر اپنی نچر کو تنگ تو نہیں کرتے؟"  
 انہوں نے دیکھ کر اس کے گرد بازو پھیلایا۔  
 "میں جانا میری آئی بہت ابھی ہیں۔ میرے  
 ساتھ جا تم بھی گئی ہو۔"  
 "آپ ملکی نچر ہیں نرین کو پہنچا آئی ہیں ورنہ یہ  
 تو ہر آئی کی بات نہ کرتے چاہا تھا۔"  
 "وہ اصل مجھے کچھ بہت اچھے لگتے ہیں اور میں  
 بچوں کو بچوں کے مزاج اور نفسیات کے مطابق چننا  
 کرتی ہوں۔"  
 "یہ بہت ابھی بات ہے۔"  
 "جیسا آئی تھی سے ہر گز بہت جانتا ہوں۔" سراجا  
 کو کھر سے بچا رہا تھا۔ پاپے بیٹے کی مصیبت پر قربان  
 ہو رہا تھا۔  
 "جیسا اکی سے نون پر بات ہو سکتی ہے کیا؟" سوال  
 ایک بار اور غیر حریف تھا۔ اس کے چپا چونک کر سمجھو  
 ہو گئے۔ عرشہ پر جیسا ہو کر پانچویں ٹھیک کرنے لگی۔

جس میں زندگی ہو ایسے ہیڑوں کب چل سکتے  
 ہیں۔" سر جھکا کر اپنی سرچوں میں گھلاں کر دیکھا جو  
 ہزاروں کی ہڈیوں میں بیٹھی تھی۔ دل چاہا پیچھے سے جائے  
 اور اسے گھر گمانے پر جبر کر لیا۔ اب تو کس جبری رہ گیا  
 تھا مگر کے ساتھ۔ تھا ہوا سانس لے کر وہ بچے اترے۔  
 ہمارے میں آ رہا اس کے قریب سے گزر کر گیت کی  
 جانب گیا۔ اپنی ہانگ اشارت کرتے ہوئے اس کی  
 جانب دیکھا جو اپنی ہانگوں کے فاصلوں کو دیکھتی تھی  
 و کچھ دیکھتی تھی۔ کو پاس سے ضروری کام لہا کر گئی ہوئی نہیں  
 سکتا۔  
 "اگر جیسے جانو میں تو ہمیں بھی پرہائیں۔" وہ دل  
 ہی دل میں کہہ کر ہانگ تھما کر باہر نکالے گیا۔  
 \*\*\*  
 آج کل میں مغل میں ہوئی تھی۔ آج کتنے بڑوں بعد  
 ان سب لوگوں کے درمیان بیٹھے کا موقع ملا تھا۔ درپے  
 باہر سا کھ اور ماروا حسب معمول کیم کھیتے ہوئے تھے  
 پھر کر رہے تھے۔ سامنے بولی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔  
 خود عرشہ کے قریب سے پہلی بیٹھی تھی۔ وہ اپنی ہانگوں  
 میں جھپٹ کر دیکھ کر کوئی تھل بھاری نہیں۔  
 "تو اترتے تو تھلی کیوں ہیں۔" سامنے بولی تھا۔  
 "جب تھے انہماں وہ تو کھیتے کیوں ہو۔" ناہین  
 وہ بولی۔  
 "معلوم ہے۔" ایلانی کسی معاملے میں ابھی نہیں  
 ہوتی۔ "اس پر تھلی کی حریف تھلی کیا۔  
 "چھوٹا تھلی کی حریف تھلی کیا۔" چلو یہاں سے  
 آؤ عرشہ۔  
 "کوئی ضرورت نہیں ہے اس کے ساتھ کھیتے کی ہے  
 ایلانی ہے۔" ناہین کوئی کھیتا کر تھا۔  
 "خود تو جی ایلانی وہاں وہ تو کچھ کر تھلی کیوں پارگی  
 تھی؟"  
 "جہاں جی تھی ہے۔" وہ مصیبت سے ایلانی ہے  
 ایلانی کا قہر کر رہی تھی۔ سامنے حریف تھی کیا۔





”بہادر بچے ہیں آپ زمین اور بہادری کو تو کسی بات کا خوف ہی نہیں ہوتا۔ انہیں تو بس اس بات کی فکر ہوتی ہے ہمیں آگے بڑھنا ہے نہبت آگے بہت بلندی پر پھر خوف کیسا؟ آپ کی دادی جان آپ کے چاچا سب آپ کے قریب ہیں بیٹا۔“ اس نے پیار سے سمجھایا۔ ”چلو اب ہم درک کرو۔“

”ہم سب کے ساتھ آپ کیوں نہیں رہ سکتیں ہم سب کے ساتھ۔“

”میں تو آپ کی منچر ہوں آپ کی دوست ہوں آپ کے ساتھ ہمیشہ ٹھیک رہ سکتی ہوں۔“

”آپ کو ایک بات بتاؤں آئی۔“

”میں اب کوئی بات نہیں ہوئی پہلے ہم درک کرو اس کے بعد سب باتیں ہوں گی۔“ اس کی کانپن پر جھکی اور وہ منہ بسور کر سوال کرنے لگا۔

کمرے کے باہر کمرے زمین کے چاچا ہاشم لودھی اسے دیکھتے اسے سنتے ایک نئی سوچ میں مبتلا ہو گئے۔

زمین کو واقعی ماں کی ضرورت ہے ایک بہترین ماں کی جو اس کی زندگی کے عنوان کو بدل دے۔ انہیں ایک بہترین رشتہ کی ضرورت ہے انسان کب تک تنہا رہ سکتا ہے۔

صنوبر نے جب سے ان سے قطع لی تھی ان کا دل عورت ذات سے بدل ہو گیا تھا۔ اس صنف پر سے ان کا اعتبار اٹھ گیا تھا۔ صنوبر سے ان کی تصویر بھی انہیں نے تو سنا تھا کہ محبت ہمیشہ کامیاب رہتی ہے۔ مگر ان کے ساتھ کیا ہو صنوبر بدل گئی اس کا دل بدل گیا مگر اس کا کھانا کب ثابت ہوا۔ ”جو عورت آج تمہارے لیے کسی اور کو چھوڑ سکتی ہے وہ کل تمہاری زیست سے بھی نکلے کو تیار ہوگی۔ ایسی عورتیں قابل اعتبار نہیں ہوتیں بے شک وہ ایک مل لونی کی بیٹی ہے مگر اس کی سرشت میں وہ نہیں۔“

اور یہ ٹھیک ثابت ہوا شادی کے تیسرے سال ہی اس نے قطع لے لی۔ اسے فضا کاں سے پیار ہو گیا تھا اور وہ بادلوں کے ساتھ ساتھ رقص کرنا چاہتی تھی۔ اسے کسی پلٹ سے شوق ہو گیا تھا اور عاشق کے پکر میں اس نے

معصوم سے بچے کی ہوا نہیں کی۔ جب سے وہ زمین کو تنہا پال رہے تھے فنی صرف گھرائی کر لیں تھیں آنے جانے کی کھیل کود کی۔ اس عمر میں اسے ماما کی ضرورت تھی۔ ایک رجسٹرار ماہر کی ضرورت تھی۔ اپنے ہوش سنبھالنے سے لے کر اب تک اس نے صرف ذات ڈپٹ ہی سنی تھی۔ وہ محبت کا حلال تھا اس لیے گستاخ ہو رہا تھا۔ وہ اپنے بچے کی محرومی جانتے تھے اسے شقی القلوب تو نہ تھے مگر محبت پر سے ان کا اعتبار اٹھ گیا تھا۔ ان کی راہ میں آفس میں کھب میں ہزاروں طرح کی عورتیں تھیں مگر جب دل بدل جائیں تو نظریہ بھی بدل جاتے ہیں۔ اب تو انہیں بیوی کے ساتھ ساتھ ایک ماں کا بھی انتخاب کرنا تھا۔

زمین کی ماں کا۔

ایسی عورت کا جو نہ فتنہ ہو نہ ریا کار نہ ہو مخلص اور سچ کی مٹی سے گندھی ہو۔

اس لڑکی کو اپنے گھر میں کچھ عرصے سے دیکھ رہے تھے۔ ایک نہ غلوں شکر اس وقت اس کے چہرے کا اعلاطہ کیے رہتی۔ اس کے انداز میں ایک بے ساختہ پن تھا۔ زمین کے ساتھ اس کا رویہ ایک شیش رہنا کا سا تھا۔ یہ لڑکی زمین کے لیے گھر کے لیے میرے لیے ایک بہتر راہبر ثابت ہو سکتی ہے۔

اپنے کمرے میں واپس جا کر غصے ہوئے انہوں نے بے اختیار سوچا۔ ان کا دل ایک نئے فرد پر دھڑکنے لگا۔



”کیا بات ہے بھئی۔۔۔۔۔۔ یہ دو ماہ سے مل نہیں آ رہے۔ ایس جینج والے ہم پر مہربان ہو گئے ہیں یا پھر ایک مرتبہ ہی ہم بلاست کرنے کا ارادہ ہے؟“ گلاؤں میں بیٹھے بیٹھے عید کو کامیاب خیال آیا تو دھار سے پوچھنے لگا۔

”ہاں واقعی غصے دو ماہ سے کوئی مل نظر نہیں آ رہا۔ کیوں ررا؟“ حالانکہ یہ بات وہ اخبار دیکھتی عرش سے بھی پوچھ سکتا تھا مگر نا مانع تھی۔ فضا نے راستہ روک



”وہ عرش نے بھی جی کر داریے تھے۔

وہوں کو ایک دم سے چپ ہو گئے۔

”ابھی کل ہی تو فون کا بل بچ کر آیا ہے۔ اب

میرے سرکاری فون کو کم سے کم استعمال میں لایا جائے۔“

عید نے لب بھج کر اخبار میں منہ دے دیے ہوئے

عرش کو دیکھا۔

”میرے سرکاری آپ اپنے خرچے پر سہ کر رہا تم

پر احسان نہ کر رہا۔“

”اور اس گھر کے کین جو اسے ساتوں سے چھ پر

احسان کر رہے ہیں وہ“ اخبار پڑھ کر اس سے زیادہ

عجیبی سے کہا گیا۔

”وہ عمارتوں میں اس گھر کی محبت اور پھر پورے

تعلق کی وجہ سے اس کا حق تھا۔“ ذات نہیں کر کہا۔

”تھا۔“ اس کی جان سنگ گئی۔ ”یہ میرا فرض نہیں

گھر سے میری محبت اور ان سب لوگوں سے میرے تعلق

اور اپنی تعلق کی وجہ سے ان سب کا حق ہے۔“ وہ بدوا

جواب دیا۔

”آج تک یہ حق مت استعمال کرنا۔ ابھی ہم سب

لوگ ابھی گھر میں رہتے ہیں۔“

”یہ فرض ہنسنے۔“

”میں میرا فرض تو ابھی کر رہا ہوں گا۔“

”فرض ختم ہوا ابھی کے لیے نہیں ہوتے یہ محبت

کے حقوق اور محبت کے فرض صرف وہوں میں ہوتے

ہیں۔“ دیر سے سے سکر کر اسے چڑایا۔ ”جو فرض لوگ

نہیں سمجھ سکتے۔“

عید پھر اس کا جواب نہیں دیا۔

”وہ اور رانا ایک دوسرے کو دیکھ کر وہ گئے اور پیچھے

کمرے میں تخت پر بیٹھی رانا جان انکس دیکھ گئی وہی

ضمیمہ اور نہ گری رہی تھی۔

کافی دنوں سے وہ عید کے تیرے محسوس کر رہی تھی

جب سے عرش نے باب کی کسی وہ اپنی ذات کے تہذیب

میں بند ہو گیا تھا۔ چپ چپ خاموش لے دیئے والا

املازنگ تھک رہا تھا اسے عرش کا باب کرا چکا نہیں

تھک رہا تھا۔

”جو عرش نے اسے اور دھنا نہیں جانا تھا۔ اگر وہ

اسے انداز میں لے لیتی تو آج عید میں حالات سے

تعلق ہوتا۔“

انہوں نے جی پر اس سے لے کر پھر انکس لے کر

عرش انکس کی پیادری کی کوئی ان کے بدلے سے

پوچھا تھا ان کی پیادری کی کوئی انکس لے کر

تھک رہا تھا۔ وہ عید سے انکس میں دیا تھا عید انکس بہت

چاہا تھا۔ کچھ دنوں میں کچھ شہزادہ پڑا ہی اوصاف کا

نالگ نہیں کالاد پانچا جس کے سب پتوں میں بیارا۔

اس لیے کچھ نہیں میں ہی انہوں نے یہ شہزادہ لے کر دیا تھا۔

”ابھی انکس کا فیصلہ تھا؟“ پان کی گھوڑی منہ میں

رہی۔ ”جین میں تک نہ دشات سے دیکھنے کے لیے ان کی

تعلق کی کی۔“ کیا یہ لوگ میرے فیصلے سے اختلاف

کرنے والے ہیں؟“

ان کا حال دیکھا۔

”ایک شہزادہ راجہ راجہ میں بیٹے لگا۔“

عید کا وہ یہ عرش کا املازنگ کیا یہ فیصلہ لگا تھا عرش کے

نور کی کی اپنا تہہ سے کر دیا ایک تہہ ذرا بیک تہہ تہہ

پروچھے نہیں۔

”وہوں ان کے کھتہ دیکھو وہاں تھے۔“

بہت دیر سے تھے انکس دل ساتھ ساتھ دیکھنے کا

حق تھا۔

وہوں کا اپنی اپنی جگہ بھائی کی۔

دیر سے سے کا گئے سے لے لگا کر عزم دلا دے

گئیں۔



”فالمے خودی میں جاتے میں تم سے کیا کہ جاتی

ہوں تم میرے بارے میں کیا سوچتی ہوگی۔“ پانی کا

بھاسا سے تمہارا نہیں نے لکھا۔

”نہیں آپ گھر نہ ہوں میں ایسا کچھ نہیں

سوچتی۔“ میری فریاد کا حصہ۔ میں اسے تھک دے

لے یہاں ہوں۔“ اس نے سکر کر ان کے خدشے

پاش کیے۔

”میرا پناہ نام میں کچھ جاتا ہے خدشے والے بھی

دشمن ہو جاتے ہیں۔ میں ضروریات زندگی وہ جانی

ہیں۔“ انہوں نے گھبرا سانس لیا۔ ”چپ کے روز سے

اندھی اندھ دیکھ کی پیادری کھوتے رہتے ہیں جو ایک

ان تارہ تھر میں جاتے ہیں۔ اندھی اندھ سے والے دیکھ

پھر ہوس میں جاتے ہیں۔ ایسا پھر دیر ہر وقت رستی

رہتا ہے۔“ وہ دیکھ کر پھر دیکھ لے انکس کی گھوڑی کی

اور نہ ہی رہی تھی۔

”آج وہاں میں آکر بیٹھی تھی موسم سے بد خوش گھر

قرا خوب کا چم و شام نہیں تھا۔ ہوا میں اور گھر

پہلوں کی خوش بو میں ان سے ذرا فاصلہ پر زمین ہالی کے

تاجہ کھیل رہا تھا شرات میں وہاں دیر گھبرا لے جاپاب

اجمال رہا تھا تا کہ عرش اس کے ساتھ آ کر کھیلے۔

اب کے بارے میں کچھ لوگ کی پشت پر گئی۔

”بہت ہی دیر کچھ ہے۔“

”نہیں کچھ کھیل رہی ہوگی۔“

”ہالی سے کچھ طرف جا کر کھیلے۔“ ان کا داری سے

کہا۔

”آئی آئی ہے۔“ زمین پھر رہا تھا۔

”نہیں آج آج ہالی کے ساتھ کھیلنے کل آپ کے

ساتھ بیٹھ ہوگا۔“ وہ پھر گھر سے سے کیے ہوئے اسے

بھگایا۔ ”وہ تمہارا گھر اس پر بیٹھ گیا۔“

”بہت ہی خدھی اور خود سے اپنی منہ دیکھ رہا تھا

بے ہالی کی طرح۔“

”بچے تو اپنے ہی ہوتے ہیں انکس محبت سے سمجھنا

پاتا ہے۔“

”تم نے اس سے پوچھا تھا کہ ہالی کو فون کرتا ہے یا

ان کو فون آتا ہے۔“ ان کا کچھ نہیں خیال آیا۔

”ہاں ہاں ذکر پڑو چک گیا تھا شاید اسے اپنی دور

کے بارے میں نہیں سمجھتے ہوں ہاں ہاں میں اس کا

دور کر رہا کرتا۔“

”بڑا کھانا ہے اس کی طرح کچھ کم کسی جیت پر اسے

نہیں دے سکتے۔“

”تھوڑے سے دے دے۔“

”نہیں اسے آپ اتنی اجنبیت اور دل کے پیچھے سے انداز

میں نہیں لگتی ہیں۔“ مگر وہ یہ بات سوچ سکتی کی کہ نہیں

سکتی تھی۔

”ہالی ان کے ساتھ کھیلنے کھیلنے کے قائل ہے پتا

گیا تھا۔“

”آئی آپ کے بڑے بیٹے کی شادی نہیں ہوئی

کیا؟“ میں ہی ان کا دھیان بنانے کے لیے پوچھا۔

”جواب میں انہوں نے کھٹکھٹا سا سانس بھرا۔“

”بہت خدھی اور خدھ والا ہے ماری نہیں ہے۔“

”ایک تہہ سانس کے چرے پر پھیلا ہوا محسوس ہوا۔“

”بھی کچھ میں سوچتی ہوں بیٹے کی خوشی کی خاطر میں

راہی ہو جاتی ہوں۔“ سب دیکھ ہی تو دیکھا جاتا ہے

ہم لوگ۔“ وہ گئی۔

”بہت ہی دیر کچھ ہے۔“

”نہیں کچھ کھیل رہی ہوگی۔“

”ہالی سے کچھ طرف جا کر کھیلے۔“ ان کا داری سے

کہا۔

”آئی آئی ہے۔“ زمین پھر رہا تھا۔

”نہیں آج آج ہالی کے ساتھ کھیلنے کل آپ کے

ساتھ بیٹھ ہوگا۔“ وہ پھر گھر سے سے کیے ہوئے اسے

بھگایا۔ ”وہ تمہارا گھر اس پر بیٹھ گیا۔“

”بہت ہی خدھی اور خود سے اپنی منہ دیکھ رہا تھا

بے ہالی کی طرح۔“

”بچے تو اپنے ہی ہوتے ہیں انکس محبت سے سمجھنا

پاتا ہے۔“

”تم نے اس سے پوچھا تھا کہ ہالی کو فون کرتا ہے یا

”میرے خیال میں اند چلیں۔“ کھڑی ہونے لگی۔

”مجھے تو انہیں کا تمہاں کھل کر۔“

”میں صرف اتنا کہہ رہی تھی کہ دعا کی میں ہمیشہ تو  
 نلکا فیصلے نہیں ہوتے۔ ہمارے ہر فیصلے میں مشیبت  
 اور بری شامل ہوتی ہے مگر ہمیں یہ بات دیر سے کچھ میں  
 آتی ہے۔“

49-100

”زندگی کو از سر نو تعمیر کی ضرورت رہتی ہے۔“

یہ سب کچھ دیکھ کر وہ ایک نئے انداز ایک نئے زاویہ سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”اب طبعی۔“

"ہاں چاؤ۔" وہ بھی کھڑی ہو گئیں۔

مگر اخبار و فیرو سمیٹ کر ان کا ہاتھ قسام کر احمد بن علی

”آپ کی دوسری بہو کب آتی ہیں؟“

”جب اسے چھٹیل مل جائیں یا جب اس کا دل

آپ لوگوں کا اپنا پرس ہے تو وہ اپنی دور کیوں  
جاں کر رہی ہیں۔ میرے خیال میں اپنی قابلیت کی  
انہوں کو زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ ”تکم لودھی نے جلد پر  
بھستے ہوئے عرشہ کو دیکھا۔

اس لڑکی کی سوچ میری سوچ سی کتنی ہم آہنگ ہے۔

”میں چاہتی ہوں، کچھ دیر زین کے پاس بیٹھوں گی۔“  
 کے بعد گھر جاؤں گی۔“

"خداوند"

”اللہ حافظ۔“ وہاں کل گئی۔

”اگر یہ لڑکی.....“ ان کے دل میں انوکھی سوچ  
 دھجھکے سے ہستہ برہیم دراز ہو گئیں۔

اس نگر کی ادا سے کچھ ہو جائیں۔

مکرم کا دھیان مکے دتوں میں چلا گیا۔

وجود میں ایک گرمہر سرایت کرتی چلی گئی۔

مجھے اپنے اس گھر کی خوشیاں بہت عزیز ہیں۔  
میں کسی کو اس نہیں دیکھ سکتی۔ یہ سب میرا اعتبار و اعتماد  
ہیں۔ ”ویرے ویرے“ کے گوشے کے باغوں میں انگلیں  
بجھرتے ہوئے اس سے باتیں بھی کر رہی تھیں۔

”تمہارا دلورجید کا کوئی چھکرا ہوا ہے؟“  
”میرا نہیں۔۔۔ تو۔۔۔“ چونک گئی۔

”وہ اتنا کھڑا اور بد مزاج کیوں ہوتا ہے بھئی؟“

”بے روزگاری سے بڑھ کر بدحالی کیا ہوگی۔ اس کے پاس جو چاہے ہے وہ واجباً ہی ہے اور وہ چاہتا ہے

کہ ”عرشہ چپ ہوگئی۔“ جلد بازی سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جس سادے کام خراب ہو جاتے ہیں۔ اسے

سمجھائیں کہ ہر کسی کو ہر چیز اپنے وقت پر ضرور ملتی ہے۔  
اچانک اسے خیال آیا اور بیک سے لفافہ نکال کر اچھیں

ختمادیا۔ ایسا دوشروا سے کروں تو مجھ سے

"وہ بہت بدل گیا ہے۔"

”ہوں۔“ ان کا لہجہ سوچنا ہوا تھا۔  
”عرشیا اس کے بدلے پر تم بھی بدل گئی ہو کیا؟“

۱۰۔ جلد دوم سے ان کی گود میں سر رکھنے لگی تھی چوک  
گئی۔

”نانا! آپ کی مرثیہ بدل سکتی ہے کیا؟“ اللہ موال کیا۔

”نہیں۔“ محبت سے اس کا چہرہ مچھلا۔ ”حالات بدلنے پر مجبور نہ کریں۔“

”خاتونا میں بالکل نہیں بدلوں گی، چاہے دنیا بدل جائے اس گھر کے لوگ بدل جائیں مگر میں نہیں۔“

جانتی تھی وہ حساس ہے مگر میں نے بھی جانتی ہوئی وہ خواہ  
 فرض بھی ہے اپنے لیے جتنا ہے اپنے لیے جتنا جانتا  
 ہے اپنے سے دلیر پر خوشی کو بھی خوشی سمجھ رہا تھا  
 جانتا ہے۔ "مگر وہ نہیں کہہ سکتی تھی۔  
 "وہ روز ذات ہے فطرت بدلتے دیکھ نہیں گئی۔ عرش  
 تو یہ تو کبھی چھوڑ دے مجھے اس مگر کی خوشیاں دیکھی  
 ہیں۔ وہ چارچہ۔" انہوں نے ہلکا سا ہنسا۔ "بس  
 اس بات ہی زندگی ہو گئی ہے۔"  
 وہ دیر سے ساتھ بیٹھی۔  
 "ماہوار زندگی سے کوئی بھی رشتہ قائم نہیں رہتا ہے  
 اور نہ وہ پاپ۔ مہلوں نے رخت سڑا ہوا ہوا سا ہاتھ دھالیا۔  
 کسی کے دکنے سے گھبراہٹیں گے۔ اور کون کون سی چیزیں  
 وہاں کی اس چٹا ہوا ہوا۔" یہ کبر کرتے سے اتر گئی۔  
 جاتے جاتے سڑک پر ہلکی ہو گیا۔  
 "آپ میری طرف سے قلم نہ مت ہوئیے گا۔  
 مجھے کہیں نہیں جانا۔" اس کے بعد وہ کی نہیں۔  
 ہانکی ہانکی باتوں نے عید کے زیر خیالات اور نکلی  
 نے اسے ہرٹ کیا تھا۔ اس کا دل چاہا پلٹ کر عید کے  
 سامنے جائے اور اس سے پوچھ جائے کہ کتنے تو بہت  
 پائیدار ہوئے ہیں۔ تم نے اپنی یادیں جانا ہے میرے  
 پاس سے میں تو ساری عمر کھڑے کھڑے۔  
 اس کے دل میں ہرک کی تھی اور انھیں سمجھنے نہیں  
 جنہیں صاف کرتی وہ صحت کی جانب بڑھ گئی۔  
 عید تیزی سے اندر نکلا، وہاں لائی کا خود ہلکا  
 دیکھ کر فلک کیلپ سے کمرے میں براہ راست تھے۔ ایک  
 چھوٹا سا بچہ عرش کے کھینے سے لگا بیٹھا تھا۔ سب اس  
 سے بچتی تھیں۔ اس کا کہنا تھا۔  
 "آہ میہ میہ یہ زین ہے۔ عرش کا اسٹوڈنٹ۔" میہ  
 نے ایک ہلکا سا ہنسا، ہانکے ہانکے کیا۔ اس کے وجود  
 میں بے بنیاد فائدہ نہیں ملتا تھا۔  
 زین ان تمام لوگوں کے درمیان آ کر بہت خوش تھا۔  
 ایک جھنڈ کی اجازت سے لے کر وہ آج زین کو گھر لے آئی

تھی۔ اور جب وہاں جا رہی تھی تو زین کا ہاتھ پکڑنے  
 اور ہاتھ اس کے شانے پر پکڑنے کے بھی ہوئی اس سے  
 کچھ پرچہ بھی تھی۔ ہاتھ پکڑنے کے لیے گاڑی کھڑی  
 تھی۔ ڈرائیور نے ہاتھ لکڑ کر بیک ڈور کھولا۔ عرش کا  
 احتیاطی بھرا انداز بہت سے پہلے زین کو غصا یا پھر خود  
 بیٹھی ڈرائیور نے دروازہ بند کر دیا۔ خود آگے بیٹھ گیا۔  
 گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔  
 نہیں سے دیکھتے عید کے وجود میں بے چینیوں کے  
 بہنو تیزی سے بننے لگے۔ اس کا خیال درست ہوا کہ اس  
 عرش کی اس جانب گھر کا رخ کر رہی تھی اس کا اس کے  
 سے اس کی اتنی محبت۔ کیا اسے علم نہیں کہ بہت توجہ  
 سے عہد میں عید کی محبت پاتے ہیں تو پھر اس میں نہیں  
 چھوڑتے اور۔۔۔ اور۔۔۔ کیا عرش اس گھر کے راس کو  
 چھوڑنے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ اس کا تعلق زین اور ایک  
 نئے گھر میں اپنا گھر لگوانی لگا رہی تھی۔ لائی گاڑی  
 وسیع کل مختصر بیٹھی حسرت زدہ دل کے لیے یہ بہت  
 ہے۔ درخت کی بھوک۔  
 اس کی آنکھوں میں دیرت چھینک گئی۔  
 "میری تربیت ایسی ہوئی تھی میں نے بھی اپنے  
 سے بچے والوں کو نہ دیکھا تھا۔ میری دوستی برابری کی سا  
 ہو گئی تھی۔ معیار کا میں نے ہمیشہ خیال رکھا۔ یہ چیز  
 میری تربیت میں شامل ہو گئی تھی۔ اس سے میں نہیں  
 سمجھتے تھیں کہ میری والدہ کی اس میں بھی کیا سب  
 مجھے خیال آتا ہے میں نے سنی زین کی کہ ہے۔ میرا  
 احتشام کو گھر میں من کر دیا میری بہنو زین کا زہر  
 کے قلعہ ہی بھگتی تھا کہ گھر میں ملنا نہ دے گی۔  
 عرش کتاب بند کر کے نکلیں۔  
 "زہر میرے بھائی کی بیٹی جواستھام سے شادی  
 کرنا چاہتی تھی اور میں نے اسے اپنے چھوٹے بیٹے  
 سے ملا دیا۔ وہ خوش نہیں تھی اور بدلتی کے رشتہ پر خوش تھی  
 وہ اسے دیکھ تو کتنی ہے جس کے سبب رہنا چاہتی تھی۔  
 اب مجھے احساس ہوتا ہے میں ایک ماں ہوں مگر ہے  
 نہاں ماں۔ ان کی آواز کو کی آمیزش لیے پھول  
 دیتی۔  
 "والدہ کے لیے فیصلے والدہ کی خوشیوں سے منسوب  
 ہوتے ہیں۔ زین کوئی کے فیصلے تو گھر کی خوشیوں کی  
 ہادیوں کو لڑتے ہیں۔ تم جانتی ہو کہ اہل خوشی کو دیکھ  
 ہند ہے۔" اپنا کپاس کی جانب رخ موڑ کر بیٹھا۔  
 "میں۔۔۔ میں اپنی آپ نے بتا دیا تھا۔۔۔ پہلے اور  
 مجھے یہ چاہن کر چھت ہوئی تھی۔ وہ دیر سے سے  
 مسکرتی تھی اور اسے لگتا تھا۔ عرش نے آگے بڑھ کر ان کی  
 دالی۔  
 "میری باتوں کو اور کتنی ہو۔"  
 "آپ کی باتیں ابھی گئی ہیں۔" وہ جوا مسکرتی اور  
 ان کے پیچھے بچے اور نہیں گئے۔  
 "تم بہت سمجھدار اور بھی ہوئی لڑکی ہو تم سے باتیں  
 کرنا چاہتا تھا۔ آج سے پہلے میں نے کسی سے اتنی  
 باتیں نہیں کیں۔"  
 یہی چیز تیرے زین کے کیا انداز لگے۔ اسے  
 بیشک کچھ فلک لگے۔  
 "میں ڈرائیور کو دیکھ آؤں اس کے بعد میرا گھر  
 جائے گا اور وہ۔۔۔ اس نے کچھ لوگوں سے کہا کہ اور جگا  
 کر پھر لگائی گئی۔ خود پر بھی زین کے بچہ کی نظر میرے  
 بہت کچھ ہو گئی۔  
 زین ابھی تھا۔ چائے پیتے ہوئے اسے ہم درگ  
 گرا دیا۔ کچھ دیر اس کے ساتھ بیٹھی اور پھر جانے کے  
 لیے اٹھ گئی۔ آج اس کے وہ زین میں عجیب سی بیٹھی  
 تھی۔ اس کی چھتیں کوئی شکل دے رہی تھی کچھ  
 اے والا ہے۔ کچھ بوجھ لگا۔ خدا حافظ کہنے کے  
 لیے وہ کچھ لوگوں کے بیڑم کے آگے گئی۔ رائے تھری  
 آواز میں شامل ہو چکی تھی۔ شہر گری آواز کی آواز۔  
 "مجھے زین کی خاطر یہ فیصلہ کرنا ہے میری زندگی  
 لڑائی۔"

تھی۔ اس کے ہوا میں ایک ماں ہوں مگر ہے  
 نہاں ماں۔ ان کی آواز کو کی آمیزش لیے پھول  
 دیتی۔  
 "والدہ کے لیے فیصلے والدہ کی خوشیوں سے منسوب  
 ہوتے ہیں۔ زین کوئی کے فیصلے تو گھر کی خوشیوں کی  
 ہادیوں کو لڑتے ہیں۔ تم جانتی ہو کہ اہل خوشی کو دیکھ  
 ہند ہے۔" اپنا کپاس کی جانب رخ موڑ کر بیٹھا۔  
 "میں۔۔۔ میں اپنی آپ نے بتا دیا تھا۔۔۔ پہلے اور  
 مجھے یہ چاہن کر چھت ہوئی تھی۔ وہ دیر سے سے  
 مسکرتی تھی اور اسے لگتا تھا۔ عرش نے آگے بڑھ کر ان کی  
 دالی۔  
 "میری باتوں کو اور کتنی ہو۔"  
 "آپ کی باتیں ابھی گئی ہیں۔" وہ جوا مسکرتی اور  
 ان کے پیچھے بچے اور نہیں گئے۔  
 "تم بہت سمجھدار اور بھی ہوئی لڑکی ہو تم سے باتیں  
 کرنا چاہتا تھا۔ آج سے پہلے میں نے کسی سے اتنی  
 باتیں نہیں کیں۔"  
 یہی چیز تیرے زین کے کیا انداز لگے۔ اسے  
 بیشک کچھ فلک لگے۔  
 "میں ڈرائیور کو دیکھ آؤں اس کے بعد میرا گھر  
 جائے گا اور وہ۔۔۔ اس نے کچھ لوگوں سے کہا کہ اور جگا  
 کر پھر لگائی گئی۔ خود پر بھی زین کے بچہ کی نظر میرے  
 بہت کچھ ہو گئی۔  
 زین ابھی تھا۔ چائے پیتے ہوئے اسے ہم درگ  
 گرا دیا۔ کچھ دیر اس کے ساتھ بیٹھی اور پھر جانے کے  
 لیے اٹھ گئی۔ آج اس کے وہ زین میں عجیب سی بیٹھی  
 تھی۔ اس کی چھتیں کوئی شکل دے رہی تھی کچھ  
 اے والا ہے۔ کچھ بوجھ لگا۔ خدا حافظ کہنے کے  
 لیے وہ کچھ لوگوں کے بیڑم کے آگے گئی۔ رائے تھری  
 آواز میں شامل ہو چکی تھی۔ شہر گری آواز کی آواز۔  
 "مجھے زین کی خاطر یہ فیصلہ کرنا ہے میری زندگی  
 لڑائی۔"

تھی۔ اس کے ہوا میں ایک ماں ہوں مگر ہے  
 نہاں ماں۔ ان کی آواز کو کی آمیزش لیے پھول  
 دیتی۔  
 "والدہ کے لیے فیصلے والدہ کی خوشیوں سے منسوب  
 ہوتے ہیں۔ زین کوئی کے فیصلے تو گھر کی خوشیوں کی  
 ہادیوں کو لڑتے ہیں۔ تم جانتی ہو کہ اہل خوشی کو دیکھ  
 ہند ہے۔" اپنا کپاس کی جانب رخ موڑ کر بیٹھا۔  
 "میں۔۔۔ میں اپنی آپ نے بتا دیا تھا۔۔۔ پہلے اور  
 مجھے یہ چاہن کر چھت ہوئی تھی۔ وہ دیر سے سے  
 مسکرتی تھی اور اسے لگتا تھا۔ عرش نے آگے بڑھ کر ان کی  
 دالی۔  
 "میری باتوں کو اور کتنی ہو۔"  
 "آپ کی باتیں ابھی گئی ہیں۔" وہ جوا مسکرتی اور  
 ان کے پیچھے بچے اور نہیں گئے۔  
 "تم بہت سمجھدار اور بھی ہوئی لڑکی ہو تم سے باتیں  
 کرنا چاہتا تھا۔ آج سے پہلے میں نے کسی سے اتنی  
 باتیں نہیں کیں۔"  
 یہی چیز تیرے زین کے کیا انداز لگے۔ اسے  
 بیشک کچھ فلک لگے۔  
 "میں ڈرائیور کو دیکھ آؤں اس کے بعد میرا گھر  
 جائے گا اور وہ۔۔۔ اس نے کچھ لوگوں سے کہا کہ اور جگا  
 کر پھر لگائی گئی۔ خود پر بھی زین کے بچہ کی نظر میرے  
 بہت کچھ ہو گئی۔  
 زین ابھی تھا۔ چائے پیتے ہوئے اسے ہم درگ  
 گرا دیا۔ کچھ دیر اس کے ساتھ بیٹھی اور پھر جانے کے  
 لیے اٹھ گئی۔ آج اس کے وہ زین میں عجیب سی بیٹھی  
 تھی۔ اس کی چھتیں کوئی شکل دے رہی تھی کچھ  
 اے والا ہے۔ کچھ بوجھ لگا۔ خدا حافظ کہنے کے  
 لیے وہ کچھ لوگوں کے بیڑم کے آگے گئی۔ رائے تھری  
 آواز میں شامل ہو چکی تھی۔ شہر گری آواز کی آواز۔  
 "مجھے زین کی خاطر یہ فیصلہ کرنا ہے میری زندگی  
 لڑائی۔"



دیکھنا انیسویں صدی کا احساس ہے۔

”میری بہو! تو کوئی بڑا ہوشیار قسم لیں؟“  
”اچھا!“ اسے حیرانی ہوئی۔ ”مجھے نہیں معلوم نہ۔“  
”میری بہو! دیکھو! اسے خبر نہ ہو کہ اسے خبر نہ ہو کہ اسے خبر نہ ہو۔“  
”میری بہو! دیکھو! اسے خبر نہ ہو کہ اسے خبر نہ ہو کہ اسے خبر نہ ہو۔“

اس کا دل اس کے وجود سے ابھر کر رہا تھا۔ ایسا تو  
اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اس کا غلوں محبت نیک محبت  
عبدی کار اس کی خدمت سے ہے۔

[illegible][illegible]

عزیز شہنا کر رہ گئی۔ گزیرا کر سامنے بیٹھی خواتین کو اندر کی دوشیزگی نے محبت کا مان رکھا۔

آپ کو رہائی تو کہنا ہے۔" مصوم فرشتے دنیا کی ریت

اس کے وجود میں آئے۔ اس کا کسی چیز میں دل نہیں لگا۔

”میں نے ابھی لڑکی کو ڈنڈہ نہیں ختم سے بہت خوش ہے۔  
تسہاری رات بھگت سے جانے کے کیا گھول کر رہا

اب کے چپ چاپ اس نے کاپی پر سر جھکا دیا۔  
 "میں تمہاری ہادسی سے بات کر رہی ہوں۔"  
 اس نے سر اٹھا کر دیکھا اس کے چہرے پر خوشی جو  
 اس کے خدشات کو لڑنے لگے۔  
 "دراصل وہ میری ہادسی میں ہر تخیل ہے جسے  
 عرش کی آواز نے مجھے دیا۔"

مجمع بنکیم اور می کا غیر معمولی رویہ تھا۔ بچے تھامنا خوش

ہو سکتا ہے وہ اسی وجہ سے ناراض ہوئی ہی سوچتا ہو جو  
زین نے کہا۔ جو یکم اودھی کی آنکھوں میں تھا۔ مگر کیوں؟  
البتہ کراس نے میگزین منہ پر رکھ لیا۔

نانو نے کروٹ لی تھی اور وہ اس کی جانب ضرور  
دیکھتی تھیں۔ جاگ رہی ہوئی تو سونے کی تاکید کرتی  
تھیں۔ اسی لئے پانی پی کر گزرتا عیدِ نادوی کے کمرے  
میں آ کے ٹھہر گیا۔ چار پانچ کٹن کے درمیان نیم دراز  
عرشہ منہ پر رسالہ کھینچی تھی۔ وہ چونک گیا۔ رسالہ اٹا  
رکھا ہوا تھا۔ دائیں سے بائیں ہاتھ کا انگوٹھا سل رہی تھی۔  
دایاں پاؤں انظر ایت سے ٹل رہا تھا۔ چند کھول تک  
اسے دیکھا رہا اور پھر اٹکے چڑھ گیا۔

رسالہ ہٹا کر اس نے نانو کو دیکھا وہ اسے سوچا کچھ کر  
کروٹ بدل کر سوچتی تھیں۔ وہ شدید ذہنی تلچن کا شکار  
ہو رہی تھی۔

”یکم اودھی اس طرح کیسے سوچ سکتی ہیں زین تو بچہ  
ہے اسے سمجھایا جاسکتا ہے مگر زین کے پیانے ایسی بات  
کیوں کی۔ ان کی مردوں میں کتنا فرق تھا۔ ان کے  
خاندانوں میں بہت فرق ہے۔ وہ لوگ اودھی اور یہ لوگ  
راجپوت۔“

”اور اس سب کے علاوہ کیوں؟ میں ہی کیوں؟“  
”مجھے صرف عید سے شادی کرنا ہے صرف عید  
سے۔“ اس نے دل ہی دل میں ارادے کو بکا کیا۔ ”اور وہ  
جو خفا نے ناراض ہے؟“ اندر کی وہ شیزہ مکمل کھلائی۔  
”مناہوں گی؟“ مصمم ارادہ تھا۔ دھیرے سے آنکھوں پر  
ہاتھ رکھا۔ دل کو تھوکت سی تھی۔ ”کیسے مناؤ گی؟“ ذہن  
میں روٹھے ہوئے عید کا تصور آیا ہونٹوں پر خوب  
صورتی مسکراہٹ ٹھہرنے لگی۔

خاص طور پر پھر اسے دیکھنے کے لیے آیا تو عید پھر  
چونک گیا۔ بازو آنکھوں پر رکھنے سے اس کا آدھا چہرہ  
نکھر آ رہا تھا اور وہ مسکرا رہی تھی۔ خوب صورت مسکان  
نے اس کے چہرے پر چمک بڑھادی تھی۔ اس کے دل  
میں خشکی کا عنصر بڑھ گیا وہ پلٹ گیا۔ اگر انہوں نے نانو

سے بات کر لی۔ اس کی فنی غائب ہوگی۔ اُف! نیا  
لکرا

نانو کیا سوچیں گی اس کے دل میں پکڑ دھکڑ ہونے  
لگی۔ نہیں وہ میری اجازت کے بغیر ایسا نہیں کر سکتیں۔  
دل کو یقین دلایا۔

اور سونے کے لیے آنکھیں بند لیں صبح اتوار تھا اور  
اتوار کو اس کی بھی جانے کی پھٹی ہوئی تھی۔ ہاں کبھی  
کبھار جاتی تھی۔ جب زین کی یا یکم اودھی کی طبیعت  
خراب ہوتی تھی۔

فنی کا دن تمام دنوں سے بہت مختلف ہوتا دیر سے  
باشیز دیر سے کھانا ہر چیز میں دیر نانو کی مسلسل فصاحت  
ہوتی صبح سویرے صبح اور وقت پر کام کرو۔

کپڑے وغیرہ جو کر۔ سپر کوڈ مانا اور سالک کے  
ساتھ کچت بازار چلی گئی۔ موسم تبدیل ہو رہا تھا اپنے  
لیے دوست اور کچھ دوسری چیزیں لیتی تھیں۔

دایاں آئی تو گھر میں غیر معمولی خاموشی تھی۔ وہ  
سیدھا لا آج میں پہنچیں۔ وادی سر ہاتھوں میں تھا  
بیٹھی تھیں۔ ان کے پاس ہی عاتکہ مرانی بیٹھی تھیں۔  
ترجمی کا کھڑا عاتکہ میں اس پر زلی اور منہ پھیر لیا۔

”سوچ کیس اٹا جان نہیں یہ نوکری نہیں نہ  
پڑ جائے۔“ وہ ہاتھ کر باہر نکل گئیں۔

سالک پیچھے ہی رو گیا تھا۔ باہین لاؤ گے کے صوفے  
پر بیٹھ چکی تھی۔

”کیا ہوا نانو؟“ ان کے قریب بیٹھ کر دھیرے سے  
ان کے کھینے پر ہاتھ رکھا۔

”ارے جادو۔“ اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ ”مرگئی تمہاری  
نانو مت پرچار کر جو دل میں آئے کرو۔ مت منا؟  
مجھے..... کون لگتی ہوں میں تمہاری۔“ انہوں نے رخ  
پھیر لیا۔

”ہوا کیا ہے؟“

”عید جا رہا ہے نوکری کے لیے باہر منع کیا تو اچھے  
سے اکھڑ گیا۔ ارے تم بچے میری محبت کا تاباںز لانا۔“

آپ کی بیٹی کی رہا ہوں۔" دھیرے سے اس نے ان کے گھٹنوں پر سر رکھ دیا۔

"یہ سب انہوں نے جو کچھ بھی کہا ان کے خود ساختہ فیصلے ہیں۔ میں نے کبھی کسی حالے میں ان کی حوصلہ افزائی نہیں کی کہ اپنے کام سے کام لیں اور اپنے فرائض ادا کیے۔ زمین سے مجھے خصوصی اذیت ضرور ہے لیکن اس لیے کہ وہ ان میں کا بچہ ہے محبت کا حلالی اسے محبت کی ضرورت ہے اس کے پیارے بچے کی چند بات ہوئی ہے جس نے۔"

اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

"آپ کو کبھی بے لگیا ہے انتہائی کیوں ہوگی؟"

نانو کی آنکھیں مل جل مل جل ہوئیں۔ وہ مسک مسک کر رہ رہی تھیں۔

"ایسی کوئی بھی بات ہوئی۔ میں آپ سے ضرور تذکرہ کرتی۔ میں خود غرض اور باعث پند نہیں ہوں۔ تاہم مجھے آپ اور یہ گھر چاہیے اس گھر کے لوگ چاہتے ہیں محبت کی باتیں ہوں تاہم مجھ سے یہ نہیں چھڑ سکتی تو میں بھی مر جاؤں گی۔"

نانو دھیرے سے اٹھ بیٹھیں۔ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا وہ ہوش نہیں بول رہی تھی۔ انہوں نے اسے پیٹنے سے انکار کیا۔

"امیر لوگ غریبوں کی محبت کو خود غرضی سے سمجھ لیتے ہیں اور میں ان کی کم زور نہیں ہوں کہ اپنی محبت کی بیعتوں۔ ان کے سینے سے لگ کر سسک سسک کر رہی۔"

پرگمان کی آواز سننے لگی۔

"میں بھی تو کبھی۔"

"نانو آپ نے کچھ وہ لکھوان اور پرگمان کی ہوئی آغوشیں پھر سے چمک پڑی۔ لب کے نانو نے محبت سے اپنے سینے میں چھپایا۔



رات کو بہت دیر تک جاگ کر بہت سی باتیں حسی

آپ کی بیٹی کی رہا ہوں۔" دھیرے سے اس نے ان کے گھٹنوں پر سر رکھ دیا۔

"یہ سب انہوں نے جو کچھ بھی کہا ان کے خود ساختہ فیصلے ہیں۔ میں نے کبھی کسی حالے میں ان کی حوصلہ افزائی نہیں کی کہ اپنے کام سے کام لیں اور اپنے فرائض ادا کیے۔ زمین سے مجھے خصوصی اذیت ضرور ہے لیکن اس لیے کہ وہ ان میں کا بچہ ہے محبت کا حلالی اسے محبت کی ضرورت ہے اس کے پیارے بچے کی چند بات ہوئی ہے جس نے۔"

اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

"آپ کو کبھی بے لگیا ہے انتہائی کیوں ہوگی؟"

نانو کی آنکھیں مل جل مل جل ہوئیں۔ وہ مسک مسک کر رہ رہی تھیں۔

"ایسی کوئی بھی بات ہوئی۔ میں آپ سے ضرور تذکرہ کرتی۔ میں خود غرض اور باعث پند نہیں ہوں۔ تاہم مجھے آپ اور یہ گھر چاہیے اس گھر کے لوگ چاہتے ہیں محبت کی باتیں ہوں تاہم مجھ سے یہ نہیں چھڑ سکتی تو میں بھی مر جاؤں گی۔"

اٹھاتے ہو۔ میں تم لوگوں کی تلاش نہیں ہوں محبت میں رہا رہی ہوں۔" ان کا انداز وہ پائسا ہو گیا اور عرش کا بل بند ہو نہ لگا۔

"میرا دل یہ بھی نہیں چھڑتا رہتا تھا۔" انہوں نے جس انداز سے اس کی جانب دیکھا تھا اس نے اسے کاٹ کر رکھ دیا تھا وہ چپ کی چپ بیٹھی رہی۔ گویا خود کو بچر مسمیٰ ہو۔ دھیرے سے اٹھی اور لاکڑ سے باہر نکل گئی۔

پہلے گھر میں غیر معمولی خاموشی تھی۔ عائشہ رہائی نے کئی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ نانو اس پر ناواں ہو رہی تھیں لیکن نانو کی کافون تو جیسے آگیا ایک دم سے خود ہی چونک گئی۔ کئی ماہین آگئی اس کے ہاتھ میں چائے کے کپے۔

"یہ تو ذرا فرائض ہو جانا میری بھائی سے بات کرنا۔"

"اس سے میں کیا بات کروں وہ تو فیصلہ کر چکا ہے۔"

"عرش محبت کو محبت سے شرط ہونا چاہتے ہیں انہیں نہیں ہوئی۔ ان لوگوں کو دم خود کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی۔"

عرش اس کی جانب دیکھنے لگی۔

"یہاں سے کہتوں کو کھوں میں نہیں ٹوٹنا چاہتے۔ یہ رشتہ ہے کہ لوگوں کے درمیان مل کر ملنے پر راضی کے دل کی خوشی ہے۔"

"ماہین ان کیا عیب کے چاہنے سے یہ رشتہ ٹوٹ جائے گا۔ وہ وہاں بھی تو آئے گا۔"

"وہ وہاں آنے کے لیے نہیں جا رہا۔"

"کیا؟" وہ شہدہ رہ گئی۔

"وہ تمہاری رضا سے تمہیں چھوڑ کر جانا چاہتا ہے۔"

ایک اور کشمکش۔ "مگر کیوں یہ تم سے بوجھ لینا۔"

اس نے کپ بوندوں سے لگا لیا جب کہ عرش حقیقتوں کی ایک شہر کپ لیے بیٹھی اس کی کمرانی محسوس کرتی رہی۔

زندگی۔ زندگی کا کون سا رشتہ دکھانے جا رہی ہے۔" نانو نے شہدہ کی اور یہ شہدہ کی مزید گہری ہو گئی جب رات کو ستر پر بیٹھی ہی نانو اس سے ہر شے میں کم کم رہی۔

"عرش! وہ چاہ رہی۔" عرش۔

"جی۔"

"نیک لوجی کا فون آیا تھا۔" اس کی تمام حسیات اٹھ ہو گئیں۔ "تم تو کدو کی بیٹھی میں ہواؤں کی آپ سے گھر انہوں نے خود ہی ملنے کا منہ یہ ظاہر کر دیا۔"

اس کے کافون کے کوسٹنٹ سناری میں۔

زمین کے باپ کے لیے انہوں نے تمہارا رشتہ بنایا ہے۔"

اس کا فون رکوں میں چمکنے لگا۔

"تمہارا سارا فون پوچھا تھا اس گھر کے لیے بہت بڑا کام ہے۔" وہ دھیرے سے اٹھ بیٹھیں۔ نانو اس پر ناواں ہو رہی تھیں لیکن نانو کی کافون تو جیسے آگیا ایک دم سے خود ہی چونک گئی۔ کئی ماہین آگئی اس کے ہاتھ میں چائے کے کپے۔

"یہ تو ذرا فرائض ہو جانا میری بھائی سے بات کرنا۔"

"اس سے میں کیا بات کروں وہ تو فیصلہ کر چکا ہے۔"

"عرش محبت کو محبت سے شرط ہونا چاہتے ہیں انہیں نہیں ہوئی۔ ان لوگوں کو دم خود کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی۔"

عرش اس کی جانب دیکھنے لگی۔

"یہاں سے کہتوں کو کھوں میں نہیں ٹوٹنا چاہتے۔ یہ رشتہ ہے کہ لوگوں کے درمیان مل کر ملنے پر راضی کے دل کی خوشی ہے۔"

"ماہین ان کیا عیب کے چاہنے سے یہ رشتہ ٹوٹ جائے گا۔ وہ وہاں بھی تو آئے گا۔"

"وہ وہاں آنے کے لیے نہیں جا رہا۔"

"کیا؟" وہ شہدہ رہ گئی۔

"وہ تمہاری رضا سے تمہیں چھوڑ کر جانا چاہتا ہے۔"

ایک اور کشمکش۔ "مگر کیوں یہ تم سے بوجھ لینا۔"

اس نے کپ بوندوں سے لگا لیا جب کہ عرش حقیقتوں کی ایک شہر کپ لیے بیٹھی اس کی کمرانی محسوس کرتی رہی۔



"پارٹنر اتنی بوری ہے میں تو بچا کے ساتھ پارٹنر  
انجوائے کروں گا۔ اب اور مزہ آئے گا۔ میں اس سے  
کہہ کر بچوں کے سوسے دھیرے ڈھانڈا ہوں۔" اس کی خوشی  
دیکھ لی تھی اس کے ہاتھ سے نکل کر باہر ہوا۔  
"بھٹے۔۔۔ بچے کی محبت اس کا احساس۔ یہ بچہ  
مزید نہ بھڑکے۔ اس کے دل کو کچھ ہونے لگا۔ دل کو  
سنبھال کر وہ بار بار پوچھتی۔ آج شاید اس کے چاہی مگر  
پرہیز کر رہی تھی۔ وہ بارہو تک اسی کے کمرے کی جانب  
بھاگتی۔  
"آ۔۔۔ آ۔۔۔" ان کا چہرہ تھک رہا تھا۔  
"آپ مجھے بھڑکادی ہیں آج۔"  
"ہاں! نہیں ہے خوشی شے کو بھڑکاتی ہے تو میرے  
اعدا ہے۔ تم خوشی تو شے کیل جاتی ہے۔ میں اپنے بچوں کے  
چہرے پر ہمیشہ سکون و راحت دیکھنا چاہتی ہوں۔"  
عرشہ نے ان کے سامنے نشست سنبھال لی۔  
"تم خوش رہنا۔" یہ سنا اس سے بچھا۔  
"میں ہمیشہ خوش و مطمئن رہتی ہوں۔ میرے  
بارے میں فیصلے میرے بڑے کرتے ہیں اور میں اس  
میں رد و بدل کی کچھ نہیں دیتی۔" اس نے مسکراتے ہوئے  
دیکھا۔  
"زین تھو کہ ساتھ ہمیشہ بہت خوش رہے گا۔"  
"ہاں زین میرے ساتھ ہمیشہ بہت خوش رہے  
گا۔" وہ قوی ہوئی۔  
ان کا چہرہ یقین کے چاندی سے جھلکتا تھا۔  
"میرا کب بائیں لے آئے گا؟"  
"آئی۔" وہ ایک لمبے لمبے ہوئی۔ "تمنا بہت  
خود غرض ہے اپنے لیے جیتا اور اپنے لیے جیتا ہے اور  
پسندیدہ چیزوں کو اپنے گرد گھماتا ہے۔ مگر میں چاہتی  
ہوں میں کچھ نہ فیصلے کی پابندی اس کے کمرے سے  
منسوب ہوں۔"  
ان کے چہرے کی خوشی غائب ہوئی۔  
"آپ نے جتنی سرت میں اپنا فیصلہ تو کیا۔"

آپ کے فیصلے سے میری ناکھانہ پرت ہوں گی اس کا  
مخبر نہیں کیا۔"  
وہ دیر سے دیر سے بول رہی تھی۔  
"آپ کیا کہہ کر فیصلہ کرنے جا رہی تھی۔ جو کہ اس  
لفظ تھا۔ میری زندگی کا فیصلہ والا لگ سا ہے اور میں اس  
بات پر یقین رکھتی ہوں کہ میں نے اپنے انہوں میں اپنے  
گھٹے ہیں ان اٹھا کر چلو گے تو بھی غور کرتی ہے سر ہکا کر  
چلیں تو بھی نہیں سامنے دیکھا ہوتا ہے۔ اپنے برابر میں  
دیکھنا چاہتے ہیں میری اس بات بہت بھتر ہوئی ہے۔ اس  
فیصلے سے آپ کے اور دور ہو جائیں گے۔ میں  
میں ایک ایسی ہی لفظ کی تھی کہ اپنے بچے کی پسند کر رہی  
لوگھڑا کر اب آپ پھر سے ایک ایسی لڑکی کی خواہش  
کر رہی ہیں جو کہ بالکل اور معاشی طور پر بالکل الگ ہے۔  
جس کا کوئی بیک کر انڈیا لگ ہے وہ اس کی جیسے کمرش  
نہیں ہاں کتنی۔"  
تنگہ دوسری دم خود ہی اس نے زین کی اور کچھ دیکھی تھی۔  
تیزی سے اتر آتے ہیں آدمی کی حرکت تھی۔  
مجھے دولت کی ہوں نہیں محبت کی خواہش ہے۔  
میں بے قصاصا محبت مانگتی ہوں۔ وہ زین سے میری  
محبت انسانی محبت کے تحت گئی۔ وہ زین سے ہمیشہ عزیز  
رہے گا۔ آپ کے لیے بہتر ہے کہ تمنا میں اس کی لڑکی  
لائے جو اس مگر میں خوشی نہیں دے۔ اب اگر کہیں  
تو اپنے بڑے بچے کی خوشیاں ملے اور خود کو یہ یاد  
اگر کہیں کوئی آدمی محرم ہو کہ میرے بارے میں اس کی  
کو بارے میں ضروری نہیں کہ اس کی انسان ہمیشہ لاد فیصلے  
کرے۔ یہی کے سہارے زندگی میں کٹ سکتی۔  
عرشہ دیر سے اٹھی اور ان کے سامنے ہنسنے پر آم  
دیکھ لی اور ان کا کم زور سر میں گھرا ہوا تھا۔  
"میں محبت کے رشتے کے ساتھ آپ کے ساتھ  
ہمیشہ رہتی ہوں۔ اس کی اور تانے نہیں۔"  
"سنو۔" ان کا لہجہ گھرا ہوا تھا۔ "میرا زین۔" انہما  
پھوٹ جاتے گا ایک بار پھر سے۔"

"نہیں۔۔۔ میں اسے ٹوٹنے نہ کھڑے نہیں دوں  
گی۔ ایک قابل انسان بنائوں گی جو محبت اسے آپ  
دے سکتی ہیں کوئی دوسرا نہیں۔ سونگیا میں بھی نہیں۔  
آپ اس بات کو دل سے نکال دیں کہ ایک بد فطرت  
بذریعہ محبت کا بیٹا ہے۔ یہ آپ کے بیٹے کا خون ہے  
اس مگر کا وارث ہے۔ کیا آپ کو اپنے بیٹے کو نہیں  
پسند ہے؟"  
اس نے ایک آگہی دی۔ انہوں نے اس کا ہاتھ  
منہ میں سے قلم ہاں۔  
"تھک گئے۔۔۔ صرف تم اس مگر کی خوشیوں کو قائم  
رکھ سکتی ہو۔۔۔۔۔ انکار کر۔"  
"میں اور نہیں کر سکتی میرا ہاتھ میرا اس سے سب  
کچھ ہے۔ آپ کی ہوا زور ہوگی لڑکی میں سوچ بھر  
فیصلہ کریں اور اس مگر میں خوشیوں کی اپنا نہیں کوئی  
کر نہیں۔" دیر سے ان کا ہاتھ قلم اور کمری  
ہوئی۔  
"میں اس سے نہیں آؤں گی میں ہمیشہ زین کی نیچر  
رہیں گی۔ آپ اسے میرے پاس ٹیوٹن کے لیے بھیج  
سکتی ہیں۔"  
ان کے چہرے پر آؤں گی۔ اس آؤں گی کو خود خود  
اور کتنی تھی کوئی دوسرا نہیں۔  
"خدا حافظ۔"  
جواب میں انہوں نے کچھ نہیں کیا۔  
عرشہ نے ایک اٹھا کر نہیں دیکھا۔ بہت فکرت ہا  
گئیں۔ دیر سے اس کا ہاتھ لگی۔  
پارٹنر بہت تیزی سے بوری ہوئی۔  
"جانے وہ لوگ کیوں دل میں مارتے ہیں۔"  
ہم لوگ میں اسے حسرت دیا ہے اسے جانے دیکھا۔  
"میں محبت کے سہارے نہیں لگتی۔" تیزی سے  
بہتی پارٹنر کی کمرش کی جانب بڑھے۔  
"آجے میں چھوڑ آؤں۔" شائستہ سے انعام میں  
کہا۔

عرشہ نے سر گھما کر نہیں دیکھا۔  
"شکر میں میں جاؤں گی۔"  
"سنو! آپ کہاں جا رہی ہیں ابھی تو ہمیں  
انجوائے کرنا ہے۔ تو میں چھوٹا ہوا گیا۔"  
"بیٹا بہت ضروری کام سے جا رہی ہوں۔ آپ بچا  
کے ساتھ انجوائے کریں۔" اس کے کچھ کمرے پر انگلیاں  
بجھ رہی۔  
"موت مرنا ہے۔۔۔ آجے۔" انہوں نے  
آگے بڑھ کر زین کی اور دوازہ کھول دیا۔  
مگلی۔ چوڑا زین نے میں گھٹ کھول دیا گاڑی دسکر رات  
سے یہ کھلی ہوئی سوک پر چلتی گئی۔ گاڑی میں صرف  
زین کی آواز تھی۔ اس نے کم از کم زین نے زیادہ رات  
تلا۔  
"شکر یہ! پٹن نے اس کی جانب دیکھا۔  
"مگر بات کا؟"  
"آگہی کا کیا زور کھولے گا۔"  
"پارٹنر! آگہی کا کیا زور کھولے گا کہ ہم ہمیں تو زندگی  
بہت مختصر ہوتی ہے۔ ہمیں اس میں اپنے لیے اتنے فیصلے  
کر لینے چاہئیں۔"  
"ہوں۔" آپ بھیج کر سامنے دیکھنے لگے اور چند  
لمحوں بعد اس کے کمرے کے گاڑی دیکھ دی۔  
"کل سے زین میرے کمرے ٹیوٹن ہنسنے آئے گا۔  
تھک بے ہوش۔"  
"شکر ہے۔" مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔ اس نے  
اتر کر دوازہ دھک دیا۔  
"خدا حافظ۔"  
بہت مہارے دھک آگہوں میں کھیل گئے۔  
چھ بڑے بڑے بچے اس نے اپنے چھوٹے سے مگر کا  
دوازہ کھولا اور اندر داخل ہوئی۔ انہوں نے گاڑی آگے  
بھاگی۔ ضروری نہیں ہے کہ دل ہمیشہ ہوا ہاں ہو۔  
شاید کبھی زندگی کا سن ہے۔

دروازہ کے لیے۔ وہ احسان کے بوجھ تلے دلی ہے کاٹا کر کے پھرتی ہیں کر کے۔

پھر سرکش بکڑوں کی خوشبو کیلے ہاتھوں کا احتیاط اور احتیاط ہوا تھا۔

"دانی جان مجھے آپ کا خیال ہے۔"

"مجھ نے مجھے دروڑوں کا خیال ہے۔ بس یہ فیصلہ ہوا اور اصرار سے چلا چکے ہو۔"

"دانی بھائی کے دو کبار سے ہی آپ خیال میں ہیں۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔" شکار خان چنانچہ بھی آپس میں بات کر رہے تھے۔

"دانی بھائی کے دو کبار سے ہی آپ خیال میں ہیں۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"دانی بھائی کے دو کبار سے ہی آپ خیال میں ہیں۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"دانی بھائی کے دو کبار سے ہی آپ خیال میں ہیں۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"دانی بھائی کے دو کبار سے ہی آپ خیال میں ہیں۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"دانی بھائی کے دو کبار سے ہی آپ خیال میں ہیں۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

دو منزل چھوٹا سا کمرہ بارش میں تھا مگر صاف سترا چمک رہا تھا۔ پھر سرکش بکڑوں کی خوشبو کیلے ہاتھوں کا احتیاط اور احتیاط ہوا تھا۔

رکھنے کے ارادے سے خانہ کے کمرے کی جانب بڑھی دروازہ بند تھا۔ دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھا اور اچھی دیکھ گیا۔

"بلبل رانی جان ناراض مت ہوں۔ یہ میری ہی فکس اس کی بھی بھینسی ہے۔ اس کو میری پرانی فکس ہے۔"

"وہی ہے جس نے اسے ہی اس کا کتا بولایا تھا۔ وہ کچھ بڑا۔ اور بھلا چہ بڑا سے آج کل کی لڑکیوں کا گزارہ ہوتا ہے۔"

"یہ بڑی کتا کا بھائی ہے۔ اسے لوٹ جانے دیں۔ مجھے یہ نہیں لگتا کہ مجھ سے کچھ بہت ہے میرا خیال ہے میرے لیے میں ہمیشہ اس کی سچیہ فعل آئی ہے۔"

"اندھ بیٹا رانی کو سنا رہا تھا۔ اس نے دیوار کے ساتھ ٹک لگائی۔"

"بھئی کی خواہش ہر کسی کے دل میں ہوتی ہے۔ وہ لڑکی ہے نہ سے بلبل کے کتا کی موت آئے اسے لگی اس کی خاطر وہ لڑکی کی زبان آپ سمجھیں۔"

"میں سمجھتی ہوں کہ اس کے دل میں ہے۔ مجھے سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ میں ضرورت ہے۔"

"دروازہ کے کدے پر بندھ کر کہہ کر چلائی کی۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ کہے۔"

"جواب میں اس کی طرف سے اس کی جان چلائی۔ کہیے ہوتے ہیں یہ مرنے والے اسے نام کی لڑکی پلانے والے لڑکی جھگڑے سے ہی کچھ کمری کے دانے کھرا دیتے ہیں۔ میں تمہارے لیے دانے سے لڑکے آ رہی ہوں۔ اپنی خوش بختی کو کھرا کر آ رہی ہوں اور تم۔ تم مجھے سگاری کی سڑا رہے ہو۔"

"یہاں کی خوش بختی تو ہے ہر ایک چمکانے سے نوٹے کی تو کھرا آپ کو اس کا ہوگا۔ بھئی کے لہجہ سے سارے سامنے لے کر گئی۔ مجھے باہر جانا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

"جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔"

”مجھے ہے چھوڑنا“

”تم نے مجھے کب سوچ کر بھلا ہر وقت ہوا ہے  
رہتے تھے مجھے تھانیاں اور اپناں اب نہیں گنتیں  
مجھے لوگ محبت کرنے والے لگتے تھے وہاں سنا  
تھا خاموشی تھی مجھے یہ نہیں جانتے تھا مجھے اکثر اعتبار  
تین جانتے تھا کہ تم نے مجھے یقین دلایا کہ تم مجھے  
پاچے ہو میرے ہو۔ میں۔ میں کیسے اعتبار کر سکتی  
دیتی۔“ وہ بھونٹ بھونٹ کر رونے لگی۔ آج اس کا دل  
بہرا تھا۔ منہ کے بند ٹوٹ گئے تھے وہ اپنا دل کی  
ساتھ ہی جاتا جاتا ہوا نوکے بعد تو عید ہی پانا لگتا تھا۔  
خانہ کے بعد عید کے ساتھی ہنگامی ہی ہوتی تھی۔  
استاد کی عید ہم کو تھا۔  
اپنے گیتے سب سے اس پر اپنا سر رکھا بچپنوں سے

اس کا وہ دل ہر بار تھا۔

”تم مجھے چھوڑ کر چلے جانا مجھے تو چھوڑ کر چھینک  
دے۔ مجھے ریزہ ریزہ کر دے۔“ میں تم سے ہوں ہاں  
مجھے ہے ہوں۔ دہشت کی ٹھنڈی ہڈی چروں کی ٹھنڈی  
ہڈی سے ملوں گی کہیں ہاں مجھے ہے ہوں۔“ ہنسنے  
سے اٹھ اٹھا۔ ”محبت کی عید اقبال کی محبت کی۔ اس کے  
چراغ کی اس کی رفاقت کی۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ  
سکتی۔“

پھر بارش کا اور انداز آسٹون کا زور ایک جیسا تھا۔  
عید کا جو روز غزلوں کی زور پر تھا ایک سا لیگوان اس  
کے اندر گر کر رہا تھا۔  
اس نے وہ بارہ گھنٹوں پر سر جھکا لیا۔  
وہ کیا سوچتا ہاں اور یہ لڑکی۔ یہ پہلی لڑکی ایک  
انکشاف۔

”میں تو تمہاری محبت کے اعتبار کی شہرچی اور تم۔  
تم مجھ سے ہی دیکھو ہوں مجھے اظہار نہیں کرنا چاہیے تھا  
تم مر رہے تھے۔“

میں بھی لگا لگا کر تھی۔  
میں بھی لگا لگا کر ہوتی۔

”تم مجھے چھوڑ کر جاؤ گے تو میں بھی تمہیں چھوڑ جاؤں  
گی۔ میں سب کو چھوڑ دوں گی۔“

”کہاں جاؤ گی؟“ عید اس کے قریب بیٹھ کر  
دھیرے سے بولا۔

”مرا جاؤں گی۔ مرا جاؤں گی۔“

”میری محبت چکا کر مر جاؤ گی۔“ اس کے قریب  
جھک کر اس نے ہنسنے سے مرا لیا۔

دار کی شوق سے سکرانے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وہ  
جھک کر پیچھے ہوئی۔ شدت گرے سے ناگ سرخ  
آنکھیں حرم اور چرواہے ہو کر چمک رہا تھا۔ عید اسے  
دیکھ کر۔

اس نے جھک کر سر جھکا لیا اور پھر ایک دم سے کڑی  
ہوئی۔

”کہاں؟“ بے اختیار ہاتھ چمک لیا۔ ہاں وہاں  
زور سے گرے تھے ایک دم سے کھلی۔ تو اس سے چہرہ

سناٹا کیا۔

”کھانکھنک دیکھو گی؟“

”چہرہ کی کہانی ہے کسی اس کا پتہ نہیں۔ مجھے  
کاغذ کی ضرورت نہیں ہے انجام مجھے ہے میرے  
لے بہت ہے تم میرے ہو۔“ مجھے کسی کے  
روشنے پر داکھیں۔ ”کھنکھنک مگر ناگ تھا۔“

”اگ کا پانی تھی تو مجھے۔“ دھیرے سے کھڑا ہو گیا۔

”نہیں اگے اپنی غرضی غرض سے مکمل خوشی سکون  
کے ساتھ چاہتے۔ مجھے کسی کی سرسبزی ہاں نہیں بننا  
تمہارے دل میں یہی غرض تھا۔ مجھے کسی خوشی تھی  
نہیں چاہتے۔“ غرض وہ جذبات سے جانتے کیا کیا کہہ  
سکتی۔

”جو جذبہ تھے وہ اہو گئے۔ وہ گائیاں اڑنے کے  
لیے ہی ہوئی ہیں تمہیں صرف سچے ہوا کر ملنے چاہیے  
عید کے۔“

چمک کر اٹھ اٹھا۔  
وہ مسکرا رہا تھا چمک دار آنکھوں نے اسے دوسرے کیا

ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں ہلکیاں لپٹا رہی تھیں۔ اور  
قدما سے بڑھایا۔

”میرے لیے کیا ہو اس کا جیس انداز ہے۔  
محبت سے دکان ہوئی ہے محبت سے ان

بہرہ جاتی ہے۔ میں اگر بڑا تو بڑا جانا چاہتا ہوں کہ کہیں۔  
برو تمہارا انتظار کیا۔“ آگاہ کیا تھا تھا۔

”میں کہاں کی تھی۔“ مجھے کہاں جانا تھا اس کے کمرے  
دو دیار تھے سنے عزیز ہیں مجھ سے بھرتوں جانتا ہے

انہماک غزلوں محبت چھوڑنا سب کچھ دیا ہے اس مگر  
نے۔ ”کھنکھنک کی پشت سے چہرہ صاف کیا۔ اس کی محبت

پر دل ریز رہا تھا۔ عید نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ  
کر اس کا رخ اپنی جانب کیا۔ دھیرے سے ہاتھ جڑ

رہے۔

”تم سو رہی۔“

”نہیں۔“ پھر بارش تیز ہو رہی تھی پھر بارش کی کم  
زوری تھی۔ سارے دن کی اداسی کو بارش کی بڑھ کر کے

لے کر سے خواب بناتے تھے چھوڑ کر ہاں۔  
ہوتا ہوا بارش پر محبت میں ایک عید ہوتے ہیں اس کے

کھڑا ہو گیا۔ ہر گاہ کہی کا ہوتا ہے اس بارش نے ہی  
آگاہی دی کہ یہ چھوڑنا ہے سچا ہو گیا۔ چمک کر

دیکھا ہوا مجھے کسی عید میں کھڑی ہو گیا۔

”تمہارے کمرے کی کت بستی۔“

”مستعدی سے کہنا۔“ بے ساختہ چلا۔

”کیا؟“ اپنی حیا کو دیکھتے ہوئی مسکان کو چھپاتی  
ٹپٹی۔

”دیکھا بھول گیا۔“ لگاتے پ ہاتھ مار کر وہ قدما کے  
بڑھلا۔

”کہہ دوں کہ عید نہیں ہر بار۔“ ہونٹ کا۔

”ہاں کہو۔“ پھر یہ بھی کہہ کر۔ ”بہت کراں۔“  
کا ہاتھ چمک لیا۔ ”اپنی دیکھ کر کہنا ہے جلدی ہے۔“

اٹھ رہا ہے۔ چاہے کب کہاں تھی۔ پا کر کیا ہوا ہے۔“  
شوقی نظرات سے اس کے ہاتھ کا راستہ بند کیے

اس کی حیا سے لطف لے رہا تھا۔

”عید چلی۔“ وہ رو رہی تھی۔

”اور یہ بھی کہ اس کی دیکھ پر سرخ رنگ خوب چٹا  
ہے۔ وہ اظہار پا کر اعتبار کے معاملے میں بے باک

ہو گیا ہے موسم کے تیز بہت خطرناک ہیں ایسا نہ  
ہو کہ۔“ وہ بے پروا ہو کر چمک لیا۔

”عید۔“ چلی۔ ”گرفت سے ہاتھ چمک لیا۔  
وہ سکھ کر مسکرایا اس کی جان بھلی جا رہی تھی۔

”میں سون کی ہنسی بارش ہار کر۔“

”بھیس۔“ دھیرے سے ہاتھ کھینچا۔ وہ بھی  
گرفت شدہ ہو کر چمک لیا۔

”کب چاکوں۔“

”نہیں۔“ پھر بارش تیز ہو رہی تھی پھر بارش کی کم  
زوری تھی۔ سارے دن کی اداسی کو بارش کی بڑھ کر کے

لے کر سے خواب بناتے تھے چھوڑ کر ہاں۔  
ہوتا ہوا بارش پر محبت میں ایک عید ہوتے ہیں اس کے

کھڑا ہو گیا۔ ہر گاہ کہی کا ہوتا ہے اس بارش نے ہی  
آگاہی دی کہ یہ چھوڑنا ہے سچا ہو گیا۔ چمک کر

دیکھا ہوا مجھے کسی عید میں کھڑی ہو گیا۔

”تمہارے کمرے کی کت بستی۔“

”مستعدی سے کہنا۔“ بے ساختہ چلا۔

”کیا؟“ اپنی حیا کو دیکھتے ہوئی مسکان کو چھپاتی  
ٹپٹی۔

”دیکھا بھول گیا۔“ لگاتے پ ہاتھ مار کر وہ قدما کے  
بڑھلا۔

”کہہ دوں کہ عید نہیں ہر بار۔“ ہونٹ کا۔

”ہاں کہو۔“ پھر یہ بھی کہہ کر۔ ”بہت کراں۔“  
کا ہاتھ چمک لیا۔ ”اپنی دیکھ کر کہنا ہے جلدی ہے۔“